﴿بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ ﴿......اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ﴾(آل عمران:۷۴) ﴿......عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی اسرائیل:۸۰)

ہفت روزہ

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :– نصیر احمد قمر

جلد۱۱ | جمعۃ المبارک ۱۷؍ستمبر ۲۰۰۴ء | ۲؍شعبان ۱۴۲۵ہجری قمری ۱۷؍تبوک ۱۳۸۳ہجری شمسی | شمارہ ۳۸

بیوی کے حقوق

حضرت معاویہ بن جیدہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کی: اے اللہ کے رسولؐ بیوی کا حق خاوند پر کیا ہے۔آپ نے فرمایا جوتو کھاتا ہے اس کو بھی کھلا، جوتو پہنتا ہے اس کو بھی پہنا، اس کے چہرے پر نہ مار اور نہ اس کو بدصورت بنا۔(اس کی کسی غلطی کی وجہ سے سبق سکھانے کے لئے)اگر تجھے اس سے الگ رہنا پڑے تو گھر میں ہی ایسا کر(یعنی گھر سے اسے نہ نکال)۔

(ابوداؤد کتا ب النکاح باب فی حق المرأۃ زوجھا)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام﴾

نفسانی جذبات پر موت وارد کر کے نئی زندگی پائیں۔

مسیح موعودؑ کی آمد فضل و رحمت کا بڑا بھاری نشان ہے۔

’’اب یہ زمانہ جس میں ہم ہیں اس کی حالت پر نظر کرو۔کون کہہ سکتا ہے کہ اس میں مسلمانوں کی اندرونی حالت میں تغیّر نہیں ہوا۔ ان کی عملی اوراعتقادی حالت بگڑ گئی ہے۔ان کی اخلاقی حالت تباہ ہوگئی ہے۔جس پہلو سے دیکھواور جس حیثیت سے نظر کرو اسے دیکھ کر رونا آتا ہے۔بیرونی حالت دیکھتے ہیں تو وہ اور بھی قابل افسوس ہے۔اسی ملک میں لاکھوں مرتد ہوگئے ہیں۔یہ وہ دین تھا کہ ایک بھی مرتد ہو جاتا تو قیامت آجاتی مگراب یہ حالت ہے کہ دو چار روپیہ کے لالچ میں آکر گرجا میں جاکر مرتد ہو جاتے ہیں۔آپس میں ایک دوسرے کے حقوق تلف کرتے ہیں۔قرضہ لے کر دینے کا نام نہیں لیتے۔طرح طرح کے معاصی اورفسق وفجور میں مبتلا ہیں۔اب کیا یہ حالتِ زمانہ ایسی تھی کہ خدا تعالیٰ چُپ رہتا اوراس کی اصلاح کے لئے کسی کو نہ بھیجتا؟اگر وہ چپ رہتا تو پھر عذاب آتا اوراس کو تباہ کر دیتا۔مگر نہیں،اُس نے اپنی رحمت سے ایک شخص کو بھیج دیا ہے جو تم ہی میں سے آیا ہے۔اس کے آنے کی غرض یہی ہے کہ تا وہ فساد مٹادیئے جاویں۔جواسلام میں سے آیا ہے اس کے آنے کی غرض یہی ہے کہ تا وہ فساد مٹا دیئے جاویں جو اسلام میں اور مسلمانوں میں پیدا ہو چکے ہیں اور جنہوں نے ان کو اس ذلیل حالت تک پہنچا دیا ہے۔لیکن یادرکھو اس کا آنا فضول ہو جاتا ہے اگر لوگ اس بات کو مضبوط نہ پکڑیں جو وہ لے کر آیا ہے۔صرف اتنی بات پر خوش ہو جانا کہ ہم میں ایک رسول آیا ہے کافی نہیں۔جب حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب آیا کیا وہ اس وقت زندہ نہ تھے؟یا موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں اسرائیلیوں پر بعض عذاب آئے تو وہ ان کے ساتھ نہ تھے؟اتنے پر خوش نہ ہو کہ ہمارے پاس خدا کا مرسل ہے۔جو شخص اس دھوکہ میں ہے قریب ہے کہ وہ ہلاک ہو جاوے۔خدا تعالیٰ کسی کی رعایت نہیں کرتا۔

یادرکھو اسلام ایک موت ہے۔جب تک کوئی شخص نفسانی جذبات پر موت وارد کر کے نئی زندگی نہیں پاتا اور خدا ہی کے ساتھ بولتا، چلتا پھرتا،سنتا، دیکھتا نہیں۔وہ مسلمان نہیں ہوتا۔

دیکھو یہ چھوٹی سی بات نہیں اور معمولی امر نہیں کہ اس نے ایک شخص کو بھیجا اور تمہیں آنے والے عذاب سے ڈرایا۔یہ اس کا بڑا بھاری فضل اور رحمت کا نشان ہے اس کو حقیر مت سمجھو۔اس کی قدر کرو۔مجھے اس شہادت کو ادا کرنا پڑتا ہے جو میرے ذمہ ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد پنجم ۔صفحہ 101جدید ایڈیشن)

آداب تلاوتِ قرآن کریم

ایک شخص نے سوال کیا کہ قرآن شریف کس طرح پڑھا جائے۔حضرت اقدس مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

’’قرآن شریف تدبر و تفکّر سے پڑھنا چاہئے۔حدیث شریف میں آیا ہے ’’رُبَّ قَارٍ یَلْعَنُهُ الْقُرْآنُ‘‘۔یعنی بہت سے ایسے قرآن کریم کے قاری ہیں جن پر قرآن کریم لعنت بھیجتا ہے۔جو شخص قرآن پڑھتا اوراس پر عمل نہیں کرتا اس پر قرآن مجید لعنت بھیجتا ہے۔ تلاوت کرتے وقت جب قرآن کریم کی آیت رحمت پر گزر ہو تو وہاں خدا تعالیٰ سے رحمت طلب کی جاوے اور جہاں کسی قوم کے عذاب کا ذکر ہو تو وہاں خدا تعالیٰ کے عذاب سے خدا تعالیٰ کے آگے پناہ کی درخواست کی جاوے۔اور تدبر اور غور سے پڑھنا چاہئے اور اس پر عمل کیا جاوے‘‘۔

(ملفوظات جلد ۹ صفحہ ۱۹۹۔۲۰۰)

فرمودات خلفاء

معیار صداقت

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’میں نے قرآن شریف کے اس استدلال کی بناء پر بارہا ان لوگوں سے جو حضرت مرزا صاحب کے متعلق سوال اور بحث کرتے ہیں پوچھا کہ تم نے کبھی کسی کو دنیا میں راستباز اور صادق تسلیم کیا ہے یا نہیں۔اگر کیا ہے تو وہ ذریعے اور معیار کیا تھے جن ذریعوں سے تم نے صادق تسلیم کیا ہے۔پھر میرا ذمہ ہوگا کہ اس معیار پر اپنے صادق امام کی راستبازی اور صداقت ثابت کروں۔ میں نے بارہا اس گُر اور اصول سے بہتوں کو لاجواب اور خاموش کرایا ہے اور یہ میرا مجرّب نسخہ ہے۔اس راہ سے اگر چلو تو تمام مباحث کا دو لفظوں میں فیصلہ کر دو۔گورداسپور کا جو واقعہ میں نے بیان کیا ہے جو لوگ میرے ساتھ تھے انہوں نے دیکھا ہے کہ باوجودیکہ سوال کرنے والا بڑا چلبلا اور چالاک آدمی تھا مگر میرے اس سوال پر وہ کچھ بھی نہ کہہ سکا۔بعض آدمیوں نے اس کو کہا بھی کہ تم کسی کا نام لے دو۔اس نے یہی کہا کہ میں نام لیتا ہوں تو مرتا ہوں۔(یعنی ماننا پڑتا ہے اور لاجواب ہوں گا)

غرض یہ ایک سنّت اللہ ہے،خدا کا اٹل قانون ہے کہ جب دنیا پر ضلالت کی ظلمت چھا جاتی ہے اور یہ بے دینی اور فسق و فجور کی رات اپنی انتہاء تک پہنچ جاتی ہے تو اسی قانون کے موافق جو ہم رات دن دیکھتے ہیں کہ رات کے آخری حصہ میں آسمان پر صبح صادق کے وقت روشنی کے آثار نظر آنے لگتے ہیں کوئی آسمانی نور اترتا ہے اور دنیا کی ہدایت اور روشنی کا موجب ٹھہرتا ہے۔اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ جب امساک باراں حد سے گزرتا ہے جس کا نام عام لوگوں نے ہفتہ رکھا ہے کہ سات سال سے زیادہ نہیں گزرتا تو سمجھنے والا سمجھتا ہے کہ اب بارش ضرور ہوگی۔

اس قسم کے نشانات خدا تعالیٰ کے ایک اٹل اور مستقل قانون کا صاف پتہ دیتے ہیں۔اگر آنکھ بالکل بند نہ ہو،اگر دل بالکل سویا ہوا نہ ہو تو اس بات کا سمجھ لینا کہ روحانی نظام بھی اسی طرح واقع ہے کچھ مشکل نہیں۔مگر یہ آنکھ کی بصیرت اور دل کی بیداری بھی اللہ تعالیٰ ہی کے فضل پر موقوف ہے۔میں غور کرتے کرتے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ مامور من اللہ اور راستباز کی شناخت کے لئے ہر قسم کے دلائل مل سکتے ہیں۔اَنفُسی اور آفاقی دونوں قسم کے دلائل ہوتے ہیں۔یعنی اندرونی اور بیرونی دلائل۔اندرونی دلائل میں سے ایک عقل بھی ہے۔پھر اسی کے ساتھ نقل کا پتہ لگا سکتے ہیں اور اسے سمجھ سکتے ہیں۔اگر اپنی عقل یا نقل کافی نہ ہو تو دوسرے عقیل اور فہیم لوگوں سے سن کر فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔‘‘

(حقائق الفرقان ۔جلد چہارم صفحہ 94-95)

اداریہ

بہشتی مقبرہ

اللہ تعالیٰ کی مشیت اور منشاء کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وصیت کا نظام جاری فرمایا اور بہشتی مقبرہ کا آغاز فرمایا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے آپ کے وہ ساتھی جنہوں نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد باندھا تھا اور جنہوں خدا تعالیٰ کی خاطر بڑی بڑی قربانیاں دی تھیں اور طرح طرح کے شدائد و مشکلات میں سے گزرے تھے ان کو بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔

بہشتی مقبرہ قادیان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اپنی قبر ہے اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل مولانا نورالدین صاحبؓ بھی اسی خاک میں آسودہ ہیں۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ اور بہت سے اکابر صحابہ اس خطۂ پاک میں مدفون ہیں۔ دنیا بھر سے احمدی وہاں جاتے ہیں اور ان بزرگ ہستیوں کے لئے دعا کرتے اور اسلام احمدیت سے اپنی وفا کے عہد کو تازہ کرتے ہیں۔

''الوصیت'' کے منشاء و مفہوم کے مطابق حسب ضرورت دوسرے ممالک میں بھی ایسے مقابر شروع ہو چکے ہیں۔ ربوہ میں بھی ایسے ہی مقبرہ میں حضرت امّاں جان اور حضرت مصلح موعودؓ کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مبشر اولاد اور آپ کے خاندان کے افراد، حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ اور متعدد صحابہ کرام اور خوش قسمت موصی صاحبان دفن ہیں اور وہاں دنیا کے ہر کونے سے احمدی حضرات جا کر دعا کرتے اور ان کی خوش قسمتی پر رشک کرتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے والے اور وصیت کے کڑے معیار پر پورا اترنے والوں کے متعلق فرمایا ہے کہ ''بلاشبہ اس نے ارادہ کیا ہے کہ اس انتظام سے منافق اور مومن میں تمیز کرے اور ہم خود محسوس کرتے ہیں کہ جو لوگ اس الٰہی انتظام پر اطلاع پا کر بلاتوقف اس فکر میں پڑتے ہیں کہ دسواں حصہ کل جائیداد کا خدا کی راہ میں دیں بلکہ اس سے زیادہ جوش دکھلاتے ہیں وہ اپنی ایمانداری پر مہر لگا دیتے ہیں۔'' (الوصیت)

اسی طرح آپ فرماتے ہیں: ''ہم خود محسوس کرتے ہیں کہ اس وقت کے امتحان سے بھی اعلیٰ درجہ کے مخلص جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدّم کیا ہے دوسرے لوگوں سے ممتاز ہو جائیں گے اور ثابت ہو جائے گا کہ بیعت کا اقرار انہوں نے پورا کر کے دکھلا دیا اور اپنا صدق ظاہر کر دیا۔ بے شک یہ انتظام منافقوں پر بہت گراں گزرے گا اور اس سے ان کی پردہ دری ہوگی اور بعد موت وہ مرد ہوں یا عورت اس قبرستان میں ہرگز دفن نہیں ہو سکیں گے۔'' (الوصیت)

حضور علیہ السلام کے ان ارشادات سے پتہ چلتا ہے کہ بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے کی سعادت حاصل کرنے والے، اپنی ایمانداری پر مہر لگاتے ہیں اور 'درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم' کرنے والے اور 'اپنی بیعت کا اقرار انہوں نے پورا کر دیا'۔ ان عظیم نتائج کو دیکھتے ہوئے یقیناً ہر احمدی اس بات کی خواہش کرے گا کہ وہ بھی ان انعامات کو حاصل کرنے میں کوتاہی نہ کرے اور اس خوش قسمت گروہ میں ہر قیمت پر شامل ہو جائے۔

اس جگہ یہ ذکر بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ 1914ء میں بعض لوگوں نے جماعت اور قادیان سے الگ ہو کر یہ دعویٰ کیا تھا کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی الوصیت پر عمل کرتے ہوئے جماعت سے الگ ہو رہے ہیں یا اپنی الگ جماعت بنا رہے ہیں۔ یہ ایک لمبی اور افسوسناک داستان ہے تاہم ہم اپنے ان بھائیوں سے جو 'الوصیت' کے نام پر الگ ہوئے تھے بڑے دردمند دل اور خلوص کے ساتھ یہ گزارش کرتے ہیں کہ 'بہشتی مقبرہ' اور 'جماعت' الوصیت کے لازمی مظاہر سے محروم ہو جانا تو الوصیت کے منشاء کے مطابق نہیں ہو سکتا۔ خدارا مسیح پاک علیہ السلام کی دعاؤں سے استفادہ کرنے، جماعتی اتحاد و اتفاق کی برکات سے متمتع ہونے اور اپنی عاقبت کو سنوارنے کے لئے کسی بھی اور بات کو نظر انداز کرتے اور پس پشت ڈالتے ہوئے 'دین کو دنیا پر مقدم کرنے' والوں اور 'اپنے اقرار بیعت کو پورا کرنے والوں' اور 'اپنی ایمانداری پر مہر لگانے' والوں میں شامل ہو کر 'دوسرے لوگوں سے ممتاز ہو جائیں'۔ اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر ایک کو اطاعت و فرمانبرداری کرنے والوں میں شامل ہونے کی سعادت عطا فرمائے۔ آمین

(عبدالباسط شاہد)

وصیت کرو

وصیت ہے اک آسمانی نظام
یہ جنت کے پانے کا ہے انتظام
چلے آؤ اس کی طرف دوستو !
ندا دے رہا ہے امامِ ہمام
وصیت کرو ، تم وصیت کرو
ہر اک کو یہی اب نصیحت کرو

یہ ہے قُربِ مولیٰ کا اک راستہ
ہے غفران و رحمت کا یہ واسطہ
عمل کو ملے اس کے دم سے جِلا
دلوں میں اترتا ہے نورِ خدا
وصیت کرو ، تم وصیت کرو
ہر اک کو یہی اب نصیحت کرو

مسیحِ زماں کو بشارت ملی
وحی سے عطا یہ نشانی ہوئی
خدا کا ہے کیسا یہ فضل و کرم
کلید اس کی جنت کی ہاتھ آ گئی
وصیت کرو ، تم وصیت کرو
ہر اک کو یہی اب نصیحت کرو

نہ گھبرائیں اس کی شرائط سے ہم
مٹا دے گا مولیٰ سبھی ہم و غم
نہائیں گے ہم برکتوں میں سدا
شب و روز برسے گا ابرِ کرم
وصیت کرو ، تم وصیت کرو
ہر اک کو یہی اب نصیحت کرو

(عطاء المجیب راشد)

عشق کا بلند مقام

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام ایک بار سیالکوٹ سے تشریف لے جانے لگے تو حضرت مولوی برہان الدین صاحب جہلمی آپ کو الوداع کہنے کے لئے آئے۔ جب حضرت صاحب چلے گئے تو بعد میں بعض شریروں نے حضرت مولوی صاحب کی بے عزتی کی حتیٰ کہ منہ میں گوبر ٹھونس دیا۔ اس پر مولوی صاحب پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی اور مخالفین کو کوسنے کی بجائے آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور فرمایا:-

''او برھانا! ایہہ نعمتاں کیتھوں''۔ یعنی برھان الدین یہ نعمتیں روز روز اور ہر شخص کو کہاں نصیب ہوتی ہیں''۔

یہ کیسا عشق کا بلند مقام ہے کہ معشوق کی خاطر گوبر تک کی نہ پرواہ کی۔

(ماہنامہ انصار اللہ فروری ۱۹۷۴ء صفحہ ۳۶)

اخبار الفضل کی اہمیت

سیدنا حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

''......اخبار قوم کی زندگی کی علامت ہوتا ہے۔ جو قوم زندہ رہنا چاہتی ہے اسے اخبار کو زندہ رکھنا چاہئے اور اپنے اخبار کے مطالعہ کی عادت ڈالنی چاہئے''۔

(۲۹/ دسمبر ۱۹۵۴ء کو۔ از ربوہ)

تقریر جلسہ سالانہ یوکے 2004ء

حضرت مسیح موعودؑ اور خدمتِ اسلام

(اخلاق احمد انجم۔مبلغ سلسلہ)

﴿هُوَالَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْكَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾ (الصف:10)

مجھے آپ کے سامنے آنحضرت ﷺ کے ظل کامل اور غلام صادق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ان عظیم الشان کاوشوں کا ذکر کرنا ہے جو آپ نے اسلام کو زندہ کرنے اور اس کو تمام ادیانِ باطلہ پر غالب کرنے کے لئے فرمائیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو بچپن سے ہی اسلام اور بانی اسلام محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ ﷺ سے بے پناہ خداداد عشق تھا اور آپ کی زندگی کا لمحہ لمحہ خدمت اسلام کے لئے وقف تھا۔ آپ کو نہ کھانے کی ہوش تھی نہ پینے کی فکر۔ نہ دولت کی خواہش تھی اور نہ جاگیروں کی طلب۔ بس ایک ہی خواہش اور تمنا تھی کہ اسلام زندہ ہو اور محمد مصطفیٰ ﷺ کا تخت تمام تختوں سے بالا ہو اور اس کے لئے ہر قسم کی خدمت بجالانے کی توفیق آپ ہی کو ملے۔ آپ اپنی اس دلی تمنا اور خواہش کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ’’ہمارے اختیار میں ہو تو ہم فقیروں کی طرح گھر بہ گھر پھر کر خداتعالیٰ کے سچے دین کی اشاعت کریں اور اس ہلاک کرنے والے شرک اور کفر سے جو دنیا میں پھیلا ہوا ہے لوگوں کو بچالیں۔ اگر خداتعالیٰ ہمیں انگریزی زبان سکھادے تو ہم خود پھر کر اور دورہ کرکے تبلیغ کریں اور اسی تبلیغ میں زندگی ختم کردیں خواہ مارے ہی جاویں‘‘۔

(ملفوظات جلدسوم ص:291,292)

آپ فرماتے ہیں:

’’میں جانتا ہوں کہ اگرچہ میں اکیلا ہوں مگر پھر بھی اکیلا نہیں۔ وہ مولیٰ کریم میرے ساتھ ہے اور کوئی اس سے بڑھ کر مجھ سے قریب تر نہیں۔ اسی کے فضل سے مجھ کو یہ عاشقانہ روح ملی ہے کہ دکھ اٹھا کر بھی اس کے دین کے لئے خدمت بجالاؤں اور اسلامی مہمات کو بشوق وصدق تمامتر انجام دوں .... چاہتا ہوں کہ میری ساری زندگی اسی خدمت میں صرف ہو اور درحقیقت خوش اور مبارک زندگی وہی زندگی ہے جو الٰہی دین کی خدمت اور اشاعت میں بسر ہو۔‘‘

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد ۵ص:۳۶)

ایک سکھ نے بھی آپ کی خدمتِ اسلام کی خواہش کی گواہی دی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم جب بھی مرزا صاحب کے پاس آکر بیٹھتے تو آپ ہمیں کہتے کہ جاکر میرے والد صاحب سے سفارش کرو کہ وہ مجھے دین کی خدمت کرنے دیں اور دنیوی کاموں سے باز رکھیں۔

چشم تصور میں اپنے آپ کو انیسویں صدی کے آغاز میں لے جائیے اور دیکھئے کہ اسلام اور مسلمانوں کی کیا حالت تھی۔ ہر قوم اسلام کے خلاف اتر آئی تھی اور دنیائے عیسائیت کو ایسا عروج حاصل ہوچکا تھا کہ اس سے پہلے کبھی نصیب نہ ہوا تھا۔ پادریوں نے فرزندانِ اسلام کو عیسائیت کے حلقہ بگوش کرنے کے لئے سردھڑ کی بازی لگادی تھی۔ کروڑوں دیوتاؤں کے پجاری ایک خدا کے ماننے والوں پر منطق اور فلسفہ کی رو سے غالب آرہے تھے۔ اسلام کی بیخ کنی کا خطرناک مقصد لئے آریہ سماج جیسی تحریکات جنم لے رہی تھیں جن کا کام ہی مسلمانوں کو شُدھ کرکے ہندو بنانا تھا۔ دہریت اپنے آپ کو ایک خوبصورت شکل میں پیش کررہی تھی۔ غرض کشتیٔ اسلام ایک ایسے طوفان ضلالت کے اندر گھری ہوئی تھی کہ جب تک خدا کا ہاتھ اسے بچانے کے لئے آگے نہ بڑھتا اس کا کنارے تک پہنچنا ناممکنات میں سے تھا۔ ایسے میں جب کہ دین اسلام چاروں طرف سے دشمن کے نرغے میں گھرا ہوا تھا اور اس کے دفاع کے لئے کوئی مؤثر کوشش نہیں کی جارہی تھی۔ ایک سینہ تھا جو اسلام کے لئے بریاں ہوا، ایک آنکھ تھی جو دین حق کے لئے گریاں ہوئی۔ ایک دل تھا جو مسلمانوں کے لئے بے قرار ہوا۔ ایک جان تھی جو پگھل گئی۔ ایک روح تھی جو تڑپ اٹھی۔ چنانچہ سب سے پہلی اور عظیم الشان خدمت اسلام حضرت مسیح موعودؑ نے یہ فرمائی کہ آپ نہایت دردمندی کے ساتھ عبادت الٰہی میں مصروف ہوگئے اور بارگاہ رب العزت میں اسلام کی فتح مندی اور احیاء کے لئے گریہ وزاری کرنے لگے۔ آپ نے اپنے مولیٰ حقیقی سے یوں التجا کی۔

یاالٰہی فضل کر اسلام پر اور خود بچا
اس شکستہ ناؤ کے بندوں کی اب سن لے پکار
ایک عالَم مرگیا ہے تیرے پانی کے بغیر
پھیر دے اے میرے مولیٰ اس طرف دریا کی دھار
فضل کے ہاتھوں سے اب اس وقت کر میری مدد
کشتیٔ اسلام تا ہو جائے اس طوفاں سے پار
دیکھ سکتا ہی نہیں میں ضعفِ دینِ مصطفیٰ
مجھ کو کر اے میرے سلطاں کامیاب و کامگار

تب خدا نے آپ کی ان تضرعات کو سنا اور قبولیت کا شرف بخشا اور اسلام کے احیاء کی عظیم الشان خدمت آپ کے سپرد ہوئی۔ وہ دین جسے مردہ تصور کیا جارہا تھا اس کے احیاء کی خبر دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ’’يُحْيِ الدِّيْنَ وَ يُقِيْمُ الشَّرِيْعَةَ‘‘ یہ مردِ مجاہد اور بطل جلیل اب اس دین کو دوبارہ زندہ کرے گا اور شریعت اسلام کو از سرنو قائم کرے گا۔ جب آپ اس یقین محکم پر قائم ہوگئے کہ اب اسلام کا غلبہ آپ کے ذریعہ مقدر ہے تو ایک عظیم الشان جرنیل کی حیثیت سے میدان عمل میں نکلے۔ اور اسلام کی دوسری عظیم الشان خدمت یہ سرانجام دی کہ مسلمان جو مایوس ہوچکے تھے ان کے دلوں میں زندگی کی لہر پیدا کی اور انہیں اس یقین پر قائم کیا کہ تمام مذاہب عالم میں صرف دین محمد ﷺ ہی ایک زندہ مذہب ہے اور انجام کار اسلام کی فتح ہوگی اور اسلام کا سورج پوری آب وتاب کے ساتھ دنیا پر چمکے گا۔

آپ نے فرمایا:

’’اب وقت آگیا ہے کہ پھر اسلام کی عظمت وشوکت ظاہر ہو... میں بڑے زور سے اور پورے یقین اور بصیرت سے کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ دوسرے مذاہب کو مٹادے اور اسلام کو غلبہ اور قوت دے۔ اب کوئی ہاتھ اور طاقت نہیں جو خداتعالیٰ کے اس ارادہ کا مقابلہ کرے۔‘‘ (لیکچر لدھیانہ صفحہ42)

اک بڑی مدت سے دیں کو کفر تھا کھاتا رہا
اب یقیں سمجھو کہ آئے کفر کو کھانے کے دن

آپ نے تیسری عظیم خدمتِ اسلام یہ کی کہ اسلام کے دفاع کے لئے نہایت محنت اور عرق ریزی سے ایک معرکۃ الآراء اور انقلاب آفریں کتاب تصنیف فرمائی۔ جس میں اسلام کی صداقت اور نبوت محمدیہ کی حقانیت پر زبردست دلائل بیان فرمائے۔ آپ نے اس کتاب کا نام **البراهين الأحمديه علىٰ حقية كتاب اللّٰه القرآن والنبوة المحمديه** رکھا۔ اور تمام ادیان عالم کو دعوت مقابلہ دیتے ہوئے فرمایا کہ اگر کوئی براہین احمدیہ میں مذکور صداقتِ اسلام کے دلائل کے 1/5 کا جواب بھی دے دے تو اسے مبلغ دس ہزار روپے انعام دیا جائے گا۔

یہ کتاب اسلام کے لئے ایک ناقابل تسخیر حصار ثابت ہوئی اور ایک ایسا حصنِ حصین بنی جس نے اسے دوسرے مذاہب کے حملوں سے بچالیا۔ حضرت مرزا صاحب نے اس میں ایسے ایسے علوم بھر دئے کہ باوجود ناخنوں تک زور لگانے کے کوئی بھی اس کا جواب نہ لکھ سکا۔ ہندوستان کے ایک گوشے سے لے کر دوسرے گوشے تک شور پڑ گیا کہ یہ کتاب اپنی نظیر آپ ہے۔ دشمن حیران اور ششدر رہ گئے کہ یا تو اسلام کی یہ حالت ہوچکی تھی کہ اپنے دفاع کی بھی طاقت نہ رکھتا تھا اور اب یہ عالَم ہے کہ مذاہب عالَم کے اکھاڑے میں اس مردمیدان کے اترنے کے نتیجہ میں اسلام کی تلوار ادیانِ باطلہ کے سر پر اتنے زور سے پڑنے لگی ہے کہ ان کو اپنی جانوں کے لالے پڑگئے ہیں۔ کجا یہ عالم تھا کہ دشمن اسلام کو مٹانے کے درپے تھے اور کجا یہ انقلاب کہ ان کو اپنے ہی گھر کی فکر پیدا ہوگئی۔ یہ ایک ایسی عظیم خدمتِ اسلام تھی کہ ملک کے جید علماء اس پر خراج تحسین پیش کئے بغیر نہ رہ سکے۔ انہوں نے براہین احمدیہ کے محاسن اور کمالات پر بڑے بڑے زوردار تبصرے لکھے اور اس کتاب کو بالاتفاق اس زمانہ میں اسلامی مدافعت کا ایک عظیم شاہکار قرار دیا۔

مولوی محمد حسین بٹالوی جو ایک نامور عالم تھے ان کا تبصرہ بہت شہرت رکھتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: ’’ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں اور موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی اور.... اس کا مؤلف بھی اسلام کی مالی وجانی وقلمی ولسانی وحالی وقالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی گئی ہے۔‘‘ (اشاعة السنه جلدہفتم نمبر6تا11)

مسلمانانِ ہند کے ایک اور نہایت ہی دیندار اور تقویٰ شعار صحافی مولوی محمد شریف صاحب بنگلوری نے تحریر کیا:

’’براہین احمدیہ میں مؤلف نے تین سو براہین قطعیہ عقلیہ سے حقیقت قرآن اور نبوت محمدیہ کو ثابت کیا ہے اور سبحان اللہ کیا تصنیف مُنیف ہے کہ جس سے دین حق کا لفظ لفظ سے ثبوت ہورہا ہے۔ ہر ہر لفظ سے حقیقت قرآن ظاہر ہورہی ہے.... یہ وہی کتاب ہے جو فی الحقیقت لاجواب ہے۔‘‘

وقت کے محل سرا کے جھروکوں سے ہمیں اپنے آقا ومطاع حضرت اقدس مسیح موعود کی خدمت اسلام کے جو مناظر دکھائی دیتے ہیں ان میں ایک منظر یہ بھی ہے کہ عیسائی مناد اور پادری سیادت کے نشے میں چور اسلام پر حملہ آور ہورہے تھے اس وقت آپؑ نے نہ صرف یہ کہ ان کی زہریلی کچلیاں توڑیں بلکہ ان کے مقابل ایسے دلائل وبراہین کا انبار لگادیا کہ کسی عیسائی پادری کے لئے معمولی طور پر اس کے خلاف لب کشائی کی گنجائش نہ رہی۔

آپ نے عیسائیت کے بنیادی صلیبی عقیدہ کی دھجیاں اڑائیں اور ایسے رنگ میں صلیب کو پارہ پارہ کیا کہ اس کے جُڑنے کی کوئی صورت باقی نہ رہی۔ آپ نے نہایت زبردست ثبوتوں سے مسیح کا فوت ہونا اور اموات میں داخل ہونا ثابت کردیا اور بداہت کی حد تک اس بات کو پہنچادیا کہ مسیح زندہ ہوکر ہرگز آسمان کی طرف اٹھایا نہیں گیا بلکہ اور نبیوں کی طرح اس پر بھی موت آئی اور دائمی طور پر وہ اس جہاں سے رخصت ہوا اور مرنے والوں کی جماعت میں ہمیشہ کے لئے داخل ہوگیا۔ آپ نے باقی مسلمانوں کو بھی عیسائیت کے مقابلہ میں یہی ہتھیار استعمال کرنے کی تلقین فرمائی اور فرمایا کہ:

’’تم عیسیٰ کو مرنے دو کہ اسلام کی زندگی اسی میں ہے‘‘۔ (ملفوظات جلد10ص:257)

نیز فرمایا: ’’جب تم مسیح کا مُردوں میں داخل ہونا ثابت کردوگے تو اس دن تم سمجھ لو کہ آج عیسائی مذہب دنیا سے رخصت ہوا۔ یقیناً سمجھو کہ جب تک ان کا خدا فوت نہ ہو ان کا مذہب بھی فوت نہیں ہوسکتا۔ دوسری تمام بحثیں ان کے ساتھ عبث ہیں۔ ان کے مذہب کا ایک ہی ستون ہے اور وہ یہ ہے کہ ابھی تک مسیح ابن مریم آسمان پر زندہ بیٹھا ہے اس ستون کو پاش پاش کرو پھر نظر اٹھا کر دیکھو کہ عیسائی مذہب دنیا میں کہاں ہے۔ چونکہ خداتعالیٰ بھی یہ چاہتا ہے کہ اس ستون کو ریزہ ریزہ کرکے یورپ اور ایشیا میں توحید کی ہوا چلاوے اسی لئے اس نے مجھے بھیجا اور میرے پر اپنے خاص الہام سے ظاہر کیا ہے کہ مسیح ابن مریم فوت ہوچکا ہے ....اور اس کے رنگ میں ہو کر وعدہ کے موافق تو آیا ہے ....سوتم تائید حق کے لئے اس ....سے فائدہ اٹھاؤ اور سرگرمی کے ساتھ پادریوں کے مقابل پر کھڑے ہوجاؤ۔ چاہیے کہ یہی ایک مسئلہ تمہارے زیرِ توجہ اور پورا بھروسہ کرنے کے لائق ہو جو درحقیقت مسیح ابن مریم فوت شدہ گروہ میں داخل ہے‘‘۔

(ازالۂ اوہام صفحہ302)

یہ ایک ایسا وار تھا جس سے عیسائی عقائد کی بلند وبالا عمارت میں شگاف پڑگئے اور عیسائی پادریوں کی صفوں میں کھلبلی مچ گئی اور عیسائیت کو ساری دنیا پر غالب کرنے کے سارے منصوبے خاک میں مل گئے۔ آپ کے اس ایک ہی اعلان نے وہ عالمگیر زلزلہ برپا کیا جس کے زبردست جھٹکے یورپ اور امریکہ کے کلیساؤں نے بھی شدت سے محسوس کئے اور عیسائی پادریوں کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ یہ ایک بہت بھاری خدمت اسلام تھی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انجام دی اور ایک عظیم احسان ہے جو آپ نے مسلمانوں پر فرمایا۔ آپکی اس عظیم الشان خدمت اسلام پر بڑے بڑے نامور علماء نے آپ کو خراج تحسین پیش کیا۔ چنانچہ مولوی نور محمد صاحب چشتی کا ایک زبردست خراج تحسین آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ وہ لکھتے ہیں:

’’اسی زمانہ میں پادری لیفرائے پادریوں کی ایک بہت بڑی جماعت لے کر اور حلف اٹھا کر ولایت سے چلا کہ تھوڑے عرصہ میں تمام ہندوستان کو عیسائی بنالوں گا۔ ولایت کے انگریزوں سے روپیہ کی بہت بڑی

مدداورآئندہ کی مدد کے مسلسل وعدوں کا اقرار لے کر ہندوستان میں داخل ہوکر بڑا اتلاطم برپا کیا..تب مولوی غلام احمد قادیانی کھڑے ہوگئے اور لیفرائے اور اس کی جماعت سے کہا کہ عیسیٰ جس کا تم نام لیتے ہو دوسرے انسانوں کی طرح سے فوت ہوکر دفن ہوچکے ہیں اور جس عیسیٰ کے آنے کی خبر ہے وہ میں ہوں...اس ترکیب سے اس نے لیفرائے کو اس قدر تنگ کیا کہ اس کو اپنا پیچھا چھڑانا مشکل ہوگیا اور اس ترکیب سے اس نے ہندوستان سے لے کر ولایت تک کے پادریوں کو شکست دے دی۔‘‘

(دیباچہ ترجمہ قرآن مجید مولوی اشرف علی تھانوی :ص:30)

مولانا ابوالکلام آزاد کے قلم سے نکلا ہوا یہ ریویو حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی ان عظیم الشان خدمات پر روشنی ڈالتا ہے جو ان مذاہب کا مقابلہ کرتے ہوئے آپؑ سے ظہور میں آئیں جن کے علماء نے اسلام کو کمزور جان کر اس پر شدید حملوں کا آغاز کیا تھا وہ تحریر کرتے ہیں:

’’مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر ان سے ظہور میں آیا قبول عام کی سند حاصل کر چکا ہے ...اس لٹریچر کی قدر وعظمت آج جبکہ وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے ہمیں دل سے تسلیم کرنا پڑتی ہے اس لئے وہ وقت ہرگز لوحِ قلب سے نسیاً منسیاً نہیں ہوسکتا جبکہ اسلام مخالفین کی یورشوں میں گھر چکا تھا اور مسلمان جو حافظ حقیقی کی طرف سے عالم اسباب ووسائط میں حفاظت کا واسطہ ہوکر اسکی حفاظت پر مامور تھے اپنے قصوروں کی پاداش میں پڑے سسک رہے تھے اور اسلام کے لئے کچھ نہ کرتے تھے، نہ کر سکتے تھے۔ایک طرف حملوں کے امتداد کی یہ حالت تھی کہ ساری مسیحی دنیا اسلام کی شمع عرفان حقیقی کو سرِ راہِ منزل مزاحمت سمجھ کر مٹا دینا چاہتی تھی اور عقل ودولت کی زبردست طاقتیں اس حملہ آور کی پشت گری کے لئے ٹوٹی پڑی تھیں اور دوسری طرف ضعف مدافعت کا یہ عالم تھا کہ توپوں کے مقابلہ پر تیر بھی نہ تھے ۔اور حملہ اور مدافعت کا قطعی وجود ہی نہ تھا...کہ مسلمانوں کی طرف سے وہ مدافعت شروع ہوئی جس کا ایک حصہ مرزا صاحب کو حاصل ہوا۔اس مدافعت نے نہ صرف عیسائیت کے اس ابتدائی اثر کے پرخچے اڑادئے جو سلطنت کے زیرسایہ ہونے کی وجہ سے حقیقت میں اس کی جان تھا اور ہزاروں اور لاکھوں مسلمان اس کے اس خطرناک اور مستحق کامیابی حملہ کی زد سے بچ گئے بلکہ خود عیسائیت کا طلسم دھواں ہوکر اڑنے لگا۔غرض مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گرانبارِ احسان رکھے گی کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہوکر اسلام کی طرف سے فرض مدافعت ادا کیا اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا جو اس وقت تک کہ مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون رہے اور حمایت اسلام کا جذبہ انکے شعار قومی کا عنوان نظر آئے قائم رہے گا۔‘‘(اخبار وکیل امرتسر بحوالہ تاریخ احمدیت جلد دوم)

Punjab Sweets & Restaurant

ایک سومہمانوں کے لئے خوبصورت پارٹی ہال اور باربی کیو پارٹی کے لئے بھی جگہ موجود ہے۔
کھلے آسمان تلے بہترین کھانوں کا لطف اٹھائیں۔

ہر قسم کی مٹھائیاں اور کھانے کا بھترین مرکز

Munawar Ahmad (Babbi)

Punjab Sweets & Restaurant
172-174 Upper Tooting Road
Tooting, London
Tel: 020 8767 3535

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام سے جو عظیم الشان اسلامی خدمات ظہور میں آئیں وہ لامحدود ہیں۔آپ نے 80 سے زائد کتب تصنیف فرمائیں۔ آپ کی ان تصانیف میں مذہبی علوم کا کوئی ایسا پہلو نہیں جو نظرانداز کیا گیا ہو۔ان کتب میں جس طرح دوسرے مذاہب کا بطلان ثابت کیا گیا ہے اسی طرح اسلام کی صداقت اور اس کے محاسن بیان کرکے اسکی عظمت اور شوکت کو دنیا پر ظاہر فرمایا۔اس عظیم الشان اسلامی خدمت کے حوالے سے مثال کے طور پر آپ کی گرانقدر کتاب اسلامی اصول کی فلاسفی کا ذکر کرنا چاہتا ہوں ۔آپ کی اس بے مثال خدمت کے ذریعہ نہ صرف اسلام کی فتح کا نقارہ بجا بلکہ اس کتاب نے اسلامی علم کلام کو ایک نئی جہت دی اور مذاہب عالم کے ماننے والوں کے سامنے مذہب کو پرکھنے کا ایک نیا اصول رکھا۔اس کی تقریب یوں ہوئی کہ ایک نیک دل ہندو محقق کو یہ خیال پیدا ہوا کہ ایک جلسہ منعقد کیا جائے جس میں تمام مذاہب کے نمائندوں کو اپنے اپنے مذہب کی تعلیمات کے مطابق مضامین پڑھنے کے لئے کہا جائے اور کسی کو دوسرے مذہب پر حملہ کرنے کی اجازت نہ ہو۔پانچ ایسے سوالات مقرر کئے گئے جو ہر مذہب کی جان تھے۔ سوامی شوگن چندر صاحب حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو اسلام کی نمائندگی میں پیش ہونے کی دعوت دی جسے حضور اقدسؑ نے منظور فرمالیا۔عیسائیوں،آریوں،سناتن دھرمیوں، برہموسماجیوں اور سکھوں کی طرف سے بھی نمائندے مقرر ہوئے۔

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام فرماتے ہیں:

’’میں نے جناب الٰہی میں دعا کی کہ وہ مجھے ایسا مضمون القاء کرے جو اس مجمع کی تمام تقریروں پر غالب رہے ۔دعا کے بعد خداتعالیٰ نے ایک قوت میرے اندر پھونک دی اور ایسے مضامین اسلام کی عظمت وشوکت اور قرآن کریم کی حقانیت کے میرے دل میں ڈالے کہ میں قلم برداشتہ ان کو لکھتا چلا گیا اور جب مضمون ختم ہوا تو خدائے علیم نے الہاماً فرمایا ’مضمون بالا رہا‘۔‘‘

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کو اس سے بڑی خوشی ہوئی اور آپ نے اس خوشی میں سب کو شریک کرنے کے لئے ’سچائی کے طالبوں کے لئے ایک عظیم الشان خوشخبری‘ کے عنوان سے ایک اشتہار شائع کیا اور اس میں اعلان فرمایا کہ 28/27/26 دسمبر کو مذاہب عالم کے جلسہ میں قرآن شریف کے کمالات اور معجزات پر میرا مضمون پڑھا جائے گا میرے اس مضمون سے ایک نور چمک اٹھے گا اور خدائے تعالیٰ کی پاک کتاب کا جلوہ ظاہر ہوگا۔اس میں سچائی معرفت اور حکمت کا وہ نور ہے جو دوسری قومیں بشرطیکہ حاضر ہوں اور اس کو اول سے آخر تک سنیں شرمندہ ہوجائیں گی اور ہرگز قادر نہ ہوں گی کہ اپنی کتابوں کے یہ کمال دکھلاسکیں .....میں نے عالم کشف میں دیکھا ہے کہ میرے محل پر غیب سے ایک ہاتھ مارا گیا اور اس ہاتھ کے چھونے سے اس محل میں سے ایک نور ساطعہ نکلا جو ارد گرد پھیل گیا اور میرے ہاتھوں پر بھی اس کی روشنی ہوئی تب ایک شخص جو میرے پاس کھڑا تھا بلند آواز سے بولا اَللّٰہُ اَکْبَر خَرِبَتْ خَیْبَر۔

اس اشتہار کی خوب اشاعت کی گئی اس کے پوسٹرز لاہور میں اور ملک کے دوسرے مقامات پر چسپاں کئے گئے اور ان کو پھیلا دیا گیا۔جب مجوزہ جلسہ منعقد ہوا اور اسمیں آپؑ کا مضمون پڑھا گیا تو محویت کا یہ عالم تھا کہ سامعین کے سروں پر گویا پرندوں نے ڈیرہ جمالیا ہو۔ ہر مذہب وملت کے ماننے والوں کی زبان پر تحسین وآفرین کا نعرہ تھا۔مضمون مقررہ وقت میں ختم نہ ہوسکا تو لوگوں نے متفقہ آواز سے کہا کہ ہم یہ مضمون پورا سننا چاہتے ہیں خواہ اس کے لئے ایک دن اور بڑھایا جائے یہ اس کی قبولیت کا کتنا زبردست ثبوت تھا۔ یہ دن بڑھانے کی درخواست کرنے والے صرف مسلمان نہ تھے بلکہ غیرمسلموں کی آوازیں بھی اس میں شامل تھیں اور زیادہ زور کے ساتھ شامل تھیں کیونکہ اسلام کا خدا چاہتا تھا کہ اسلام کی خوبیاں لوگ اس بطلِ جلیل کی زبان سے سنیں۔ چنانچہ وقت بڑھایا گیا اور اس آسمانی نور کے سننے کے لئے جب موقع عطا کیا گیا تو صدر مجلس کے مُنہ سے بے اختیار یہ الفاظ نکلے کہ یہ مضمون تمام مضامین سے بالا رہا۔

اخبارات نے بھی اس مضمون کی اعجازی قوت کو مان لیا اور اس پر بڑے تبصرے کئے ۔اور برملا اقرار کیا کہ اسلام کو غلبہ ہوا اور دیگر مذاہب عالم کو اس کے مقابلہ میں سخت شرمندگی اٹھانی پڑی اور شکست ہوئی ۔ اور الہام حرف بحرف پورا ہوا ’اَللّٰہُ اَکْبَر خَرِبَتْ خَیْبَر‘ ۔

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام اس کے متعلق خود فرماتے ہیں:

’’یہ مقابلہ اس مقابلہ کی مانند تھا جو موسیٰ نبی کو ساحروں کے ساتھ کرنا پڑا تھا کیونکہ اس مجمع میں مختلف خیالات کے آدمیوں نے اپنے اپنے مذہب کے متعلق تقریریں سنائی تھیں جن میں سے بعض عیسائی تھے اور سناتن دھرم کے ہندو اور بعض آریہ سماج کے ہندو اور بعض برہمو اور بعض سکھ اور بعض ہمارے مخالف مسلمان تھے اور سب نے اپنی لاٹھیوں کے خیالی سانپ بنائے تھے ۔جب خدا نے میرے ہاتھ سے راستی کا عصا ایک پاک اور پرمعارف تقریر کے پیرایہ میں ان کے مقابل پر چھوڑا تو وہ اژدہا بن کر سب کو نگل گیا اور آج تک قوم میں میری اس تقریر کا تعریف کے ساتھ چرچا ہے جو میرے منہ سے نکلی تھی۔فالحمدللہ علیٰ ذالک‘‘۔

اس مضمون پر کلکتہ کے اخبار جنرل وگوہر آصفی کا تبصرہ ملاحظہ ہو۔

’’صرف حضرت مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان تھے جنہوں نے اس میدان مقابلہ میں اسلامی پہلوانی کا پورا حق ادا فرمایا ہے ....اگر اس جلسے میں حضرت مرزا صاحب کا مضمون نہ ہوتا تو اسلامیوں پر غیر مذاہب والوں کے روبرو ذلت اور ندامت کا قشقہ لگتا۔مگر خدا کے زبردست ہاتھ نے مقدس اسلام کو گرنے سے بچالیا بلکہ اس کو اس مضمون کی بدولت ایسی فتح نصیب فرمائی کہ موافقین تو موافقین مخالفین بھی فطرتی جوش سے کہہ اٹھے کہ یہ مضمون سب پر بالا ہے۔بالا ہے ‘‘

یہ فتح صرف ایک وقتی فتح نہیں تھی بلکہ جب یہ مضمون چھپ کر شائع ہوا اور بعد میں انگریزی میں بھی اس کا ترجمہ چھپا تو یورپ اور امریکہ کے مشہور اہل الرائے اصحاب اور اخبارات نے بھی اس مضمون کی لطافت اور اسکی طاقت اور اس کے حسن بیان اور اس کے مضامین کی ندرت اور اسکی گہری روحانیت اور اس کے بے نظیر اثر کو تسلیم کیا اور اس کے متعلق نہایت زوردار ریویو شائع کئے ۔چنانچہ اینگلو بیلجئین ٹائمز برسلز نے لکھا:

’یہ کتاب قرآن کریم کی ایک نہایت عمدہ تفسیر ہے...یہ کتاب خلوص اور حق الیقین کا مرقع ہے‘۔

حضرت مسیح موعودؑ کی ایک اور خدمت اسلام رسالہ ریویو آف ریلیجنز کے اجراء کی شکل میں ہمارے سامنے ہے۔آپ کی بڑی شدید خواہش اور تمنا تھی کہ عیسائی ممالک میں بھی اسلام کی تبلیغ کی جائے اور اسلام کی حقانیت اور عظمت اور شوکت کو تمام دنیا پر روشن کیا جائے ۔چنانچہ اس مقصد کے لئے آپ نے 1902ء میں ایک انگریزی رسالہ کی بنیاد رکھی تا کہ اس کے ذریعہ سے مغربی ممالک میں مسیحیت کے خلاف اور اسلام کے حق میں مہم جاری کرسکیں ۔آپ نے اس رسالہ کی ایڈیٹری ایک نوجوان انگریزی خوان مرید کے سپرد کی جو آپ کی ہدایات کے مطابق آپ کے مضامین کا انگریزی ترجمہ کرتے ۔آپ نے ان مضامین میں اپنے اسپِ قلم کو مذاہب کے وسیع میدان کے ہر حصہ میں دوڑایا اور اس میدان کا ہر کونہ اور گوشہ چھان ڈالا اور آپ نے خود اپنے دست مبارک سے اسلام کی تائید اور مسیحیت اور دوسرے مذاہب کی تردید میں ایسے ایسے زبردست مضامین لکھے کہ علمی دنیا میں ایک ہلچل مچ گئی ۔آپ نے اس رسالہ میں اسلام کی حقانیت اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ کی رسالت اور آپ کی روحانی طاقت اور کامیابی اور آپ کی تعلیم کی برتری پر زبردست بحثیں کیں ۔آپ کی زیرقیادت اس رسالہ نے فتح اسلام میں نمایاں حصہ لیا۔ یہ خدمت اسلام بھی صرف اور صرف حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کے حصہ میں آئی۔ پھر آپ نے ملکہ وکٹوریہ کو بھی تبلیغی خط تحریر فرمایا اور اسے اسلام کی دعوت دی اور سنّت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوبارہ زندہ کردیا۔

(باقی آئندہ شمارہ میں)

الوحی ، العقلانیۃ، المعرفۃ والحق

خدا تعالیٰ کے فضل ورحم کے ساتھ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی معرکۃ الآراء تصنیف:

Revelation,Rationality knowledge and Truth.

کا عربی ترجمہ الوحی ،العقلانیۃ،المعرفۃ والحق کے نام سے طبع ہوگیا ہے۔آٹھ سو سے زائد صفحات پر مشتمل ،خوبصورت دیدہ زیب کور،عمدہ طباعت،متعدد رنگین تصاویر سے مزین یہ علمی شاہکار وکالت اشاعت لندن سے دستیاب ہے ۔امراء کرام سے درخواست ہے کہ اس کتاب کے لئے اپنے آڈرز جلد بھجوائیں۔

(ایڈیشنل وکیل الاشاعت ۔لندن)

❀❀❀❀❀

خطبہ جمعہ

اسلام سلامتی کا پیغام ہے۔ ہر احمدی کو اس کو دنیا میں پھیلانا چاہئے

جتنی زیادہ دعاؤں سے آپ میری مدد کر رہے ہوں گے اتنی زیادہ جماعت میں مضبوطی آتی چلی جائے گی اور اتنی زیادہ آپس میں محبت بڑھتی چلی جائے گی۔

(معاشرہ میں السلام علیکم کو رواج دینے سے متعلق قرآن مجید، احادیث نبویہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کے حوالہ سے تاکیدی نصائح)

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔فرمودہ ۳؍ ستمبر ۲۰۰۴ء بمطابق ۳؍تبوک ۱۳۸۳ ہجری شمسی بمقام زیورک، (سوئٹزرلینڈ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريک له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله۔

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم۔ بسم الله الرحمٰن الرحيم ۔

الحمدلله رب العٰلمين ۔ الرحمٰن الرحيم ۔ مٰلک يوم الدين ۔ إياک نعبد و إياک نستعين ۔

اهدنا الصراط المستقيم ۔ صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين۔

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا۔ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ﴾

(سورۃ النور آیت28-29)

اس کا ترجمہ یہ ہے۔ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو۔ یہاں تک کہ تم اجازت لے لو اور ان کے رہنے والوں پر سلام بھیج لو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے تا کہ تم نصیحت پکڑو۔ اور اگر تم ان گھروں میں کسی کو نہ پاؤ تو ان میں داخل نہ ہو یہاں تک کہ تمہیں اس کی اجازت دی جائے۔ اور اگر تمہیں کہا جائے واپس چلے جاؤ تو واپس چلے جایا کرو۔ تمہارے لئے یہ بہت زیادہ پاکیزگی کا موجب ہے اور اللہ اسے جو تم کرتے ہو خوب جانتا ہے۔

ہر معاشرے میں ملنے جلنے کے کچھ آداب ہوتے ہیں، اچھی طرح ملنے والے کو اچھے اخلاق کا مالک سمجھا جاتا ہے، اچھے اخلاق والے جب ملتے ہیں تو ایک دوسرے کو دیکھ کر چہرے پر شگفتگی اور مسکراہٹ لاتے ہیں۔ ایک دوسرے کو نہ پہچانتے ہوں تب بھی چہرے پر نرمی ہوتی ہے۔ اور جو اچھی طرح سے نہ ملے عموماً اس کے خلاف ناراضگی کا اظہار کیا جاتا ہے کہ یہ بڑا بد اخلاق ہے، کسی کام کے سلسلے میں اس کو ملنے گیا اور بڑی بد اخلاقی سے پیش آیا، بڑے بیہودہ اخلاق کا مالک ہے، کام نہیں کرنا تھا نہ کرتا لیکن کم از کم مل تو اخلاق سے لیتا وغیرہ، اس قسم کی باتیں ہوتی ہیں۔ تو اس طرح کی باتیں، اچھے اخلاق سے نہ پیش آنے والے کے بارے میں دل میں پیدا ہوتی رہتی ہیں، جیسا کہ میں نے کہا۔ پھر مختلف معاشروں کے ایک دوسرے سے ملتے وقت مختلف حرکات کے ذریعے سے اظہار کے مختلف طریقے ہیں۔ کوئی سر جھکا کر اپنے جذبات کا اظہار کرتا ہے، کوئی رکوع کی پوزیشن میں جا کے اپنے جذبات کا اظہار کرتا ہے، کوئی دونوں ہاتھ جوڑ کر، اپنے چہرے تک لے جا کر ملنے کی خوشی کا اظہار کرتا ہے۔ پھر حال احوال پوچھ کے لوگ مصافحہ بھی کرتے ہیں۔ لیکن اسلام نے جو ہمیں طریق سکھایا ہے، جو مومنین کی جماعت کو، اسلامی معاشرے کے ہر فرد کو اپنے اندر رائج کرنا چاہئے وہ ہے کہ سلام کرو۔ یعنی ایک دوسرے پر سلامتی کی دعا بھیجو اور پھر یہ بھی تفصیل سے بتایا کہ سلامتی کی دعا کس طرح بھیجو اور پھر دوسرا بھی جس کو سلام کیا جائے، اسی طرح کم از کم انہیں الفاظ میں جواب دے۔ بلکہ اگر بہتر الفاظ میں گنجائش ہو جواب دینے کی تو بہتر جواب دے۔ اس طرح جب تم ایک دوسرے کو سلام بھیجو گے تو ایک دوسرے کے لئے کیونکہ نیک جذبات سے دعا کر رہے ہو گے اس لئے محبت اور پیار کی فضا بھی تمہارے اندر پیدا ہو گی۔

پھر یہ بھی بتایا کہ اسلامی معاشرہ کیونکہ امن اور سلامتی پھیلانے والا معاشرہ ہے اس لئے یہ بھی خیال رکھو کہ جب تم کسی کے گھر ملنے جاؤ تو مختلف اوقات میں انسان کی مختلف حالتیں ہوتی ہیں، طبیعتوں کی مختلف کیفیت ہوتی ہے اس لئے جب کسی کے گھر ملنے جاؤ اور گھر والا بعض مجبوریوں کی وجہ سے تمہارے سلام کا جواب نہ دے یا تمہاری توقعات کے مطابق تمہارے ساتھ پیش نہ آئے تو ناراض نہ ہو جایا کرو۔ زود رنجی کا اظہار نہ کیا کرو بلکہ حوصلہ دکھاتے ہوئے، خاموشی سے واپس آ جایا کرو۔ اور اگر اس طرح عمل کرو گے تو ہر طرف سلامتی بکھیرنے والے اور پُر امن معاشرہ قائم کرنے والے ہو گے۔

یہ جو دو آیات میں نے تلاوت کی ہیں، آپ نے ان کا ترجمہ بھی سن لیا۔ اس میں اسلام کے حسین معاشرے کو قائم کرنے اور آپس کے تعلقات کو ہمیشہ بہترین رکھنے کے لئے چند بڑی خوبصورت نصائح فرمائی گئی ہیں۔ پہلی بات تو یہ بیان فرمائی کہ تمہارا دائرہ عمل صرف تمہارا اپنا گھر ہے۔ تم اگر آزادی سے داخل ہو سکتے ہو تو اپنے گھروں میں۔ کسی دوسرے کے گھر میں منہ اٹھا کے نہ چلے جایا کرو۔ اس سے تم بہت سی قباحتوں سے بچ جاؤ گے۔

اگر کسی کے پاس ملاقات کے لئے یا کام کے لئے جانا ہے تو پہلے گھر والوں سے اجازت لو اور اجازت لینے کے بہت سے فوائد ہیں۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو لکھا ہے کہ بغیر اجازت کسی کے گھر جانے سے ہو سکتا ہے کہ تمہارے پر کوئی اخلاقی الزام لگ جائے، کوئی چوری کا الزام لگ جائے۔ اس لئے اجازت کو انا کا مسئلہ بنانے کی ضرورت نہیں۔ تمہاری اپنی بھی اسی میں بچت ہے اور گھر والوں سے جو تمہارے تعلقات ہیں ان میں بھی اس میں فائدہ ہے کہ اجازت لے لو۔

پھر بہت ضروری چیز، بہت اہم بات یہ ہے کہ اجازت لینے کا طریق کیا ہے۔ فرمایا کہ اجازت لینی کس طرح ہے۔ وہ اس طرح لینی ہے کہ سلام کہہ کر اجازت لو، اونچی آواز میں سلام کہو۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف فرما تھے، کسی شخص نے آ کر دروازہ کھٹکھٹایا اور اندر آنے کی اجازت چاہی۔ آپؐ نے اپنے ملازم کو کہا کہ جاؤ اس کو جا کر اجازت لینے کا طریقہ سکھاؤ۔ جو یہ ہے کہ پہلے سلام کرو پھر اندر آنے کی اجازت لو۔ کیونکہ یہی ایک طریق ہے، جس سے تم اپنے آپ کو بھی پاک کر رہے ہوتے ہو اور گھر والوں کو بھی سلامتی بھیج رہے ہوتے ہو۔ سلامتی کا یہ پیغام بھیجنے سے یہ احساس بھی رہتا ہے کہ میں نے سلامتی کا پیغام بھیجا ہے اب ان گھر والوں کے لئے میں نے امن کا پیامبر بن کر ہی رہنا ہے ان سے بہتر تعلقات ہی رکھنے ہیں۔ اور پھر گھر والے بھی جو جواب میں سلامتی کا جواب ہی دیتے ہیں تو پھر اس طرح سے دونوں طرف سے محبت کے جذبات کی فضا پیدا ہوتی ہے۔

گھر میں سلام کہہ کر داخل ہونے کی اجازت کے بارے میں ایک اور روایت میں یوں آتا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے والد کے قرض کے معاملہ میں حاضر ہوا۔ میں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا تو آپؐ نے فرمایا: کون؟ میں نے کہا میں ہوں۔ آپؐ نے فرمایا یہ کیا 'میں میں' لگا رکھی ہے۔ گویا کہ آپؐ نے یہ بات پسند نہیں فرمائی کہ بغیر سلام کے اپنا تعارف کروایا جائے۔ (بخاری کتاب الاستئذان باب اذا قال من ذا)۔

یہ بات آپؐ کو سخت ناپسند تھی کہ کوئی مسلمان ہو اور سلام کو رواج نہ دے اور یونہی گنواروں کی طرح گھر میں داخل ہونے کی کوشش کرے۔

اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا بھی بڑا واضح حکم ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ ﴿فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِاللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً﴾ (النور:62)۔یعنی جب تم گھروں میں داخل ہوتو پہلے اپنے آپ کوسلام کرلیا کرو۔اس بارے میں حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں یعنی اپنے رشتے داروں اور دوستوں کوسلام کہو جوان مکانوں میں رہتے ہیں اور یادرکھو کہ یہ سلام تمہارے منہ کا سلام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بہت بڑا تحفہ ہے۔یعنی سلام کا لفظ بظاہر تو بہت معمولی معلوم ہوتا ہے لیکن ہے بڑے عظیم الشان نتائج پیدا کرنے والا۔کیونکہ سلام کے لفظ کے پیچھے خدا تعالیٰ کی طرف سے سلامتی کا وعدہ ہے۔پس جب تم کسی بھائی کوسلام کہتے ہوتو تم نہیں کہتے بلکہ خدا تعالیٰ کی دعا اسے پہنچاتے ہو۔فرمایا لیکن میں دیکھتا ہوں کہ عموماً ہمارے ملک میں لوگ اپنے گھروں میں داخل ہوتے وقت السلام علیکم نہیں کہتے۔گویا ان کے نزدیک ایک دوسرے کے لئے تو یہ دعا ہے لیکن اپنے ماں باپ اور بیوی بچوں کے لئے نہیں۔حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کو یہ حکم دیا ہے کہ جب بھی وہ اپنے گھروں میں جائیں السلام علیکم کہیں۔

پھر ایک روایت میں آتا ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو مخاطب کر کے فرمایا اے میرے بیٹے! جب تم اپنے گھر والوں کے ہاں جاؤ تو سلام کہا کرو۔یہ تمہارے اور تمہارے اہل خانہ کے لئے خیر و برکت کا موجب ہوگا۔

یہاں یہ بات مزید واضح ہوگئی کہ اپنے گھر میں بھی داخل ہوتو سلام کہا کرو کیونکہ سلامتی کا پیغام تو ہر وقت بکھیرتے رہنا چاہئے۔اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ جب تم جنت میں جاؤ گے تو وہاں کیونکہ صحیح معنوں میں اس سلامتی کے کلمہ کا ادراک ہوگا،صحیح معنے پتہ ہوں گے اس لئے اللہ کی پاکیزگی بیان کرنے کے بعد دوسری اہم بات جو تم کرو گے وہ ایک دوسرے پر سلامتی بھیجنا ہی ہوگا۔اس لئے یہاں بھی اگر جنت نظیر معاشرہ قائم کرنا ہے تو ایک دوسرے پر سلام بھیجو۔

تو سلام کی عادت ڈالنے کے لئے جیسا کہ اس روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمیں بھی اپنے بچوں کو سلام کہنے کی عادت ڈالنی چاہئے۔یہ تو ٹریننگ کا ایک مستقل حصہ ہے، بچے کو سمجھاتے رہیں کہ وہ سلام کرنے کی عادت ڈالے، گھر سے جب بھی باہر جائے سلام کر کے جائے اور گھر میں جب داخل ہوتو سلام کر کے داخل ہو۔پھر بچوں کو اس کا مطلب بھی سمجھائیں کہ کیوں سلام کیا جاتا ہے تو بہرحال بچوں، بڑوں سب کو سلام کہنے کی عادت ہونی چاہئے۔

بعض دفعہ بے تکلف دوستوں اور بے تکلف عزیزوں کے گھروں میں لوگ بے دھڑک چلے جاتے ہیں۔یہاں یورپ میں تو اکثر گھروں میں باہر کے دروازوں کو کیونکہ تالا لگا ہوتا ہے یا اس طرح کا لاک (Lock) ہوتا ہے جو خود بخود بند ہو جاتا ہے یا باہر سے کھل نہیں سکتا اس لئے اس طرح جا نہیں سکتے`اور جن گھروں میں اس طرح کا نظام نہیں ہے یا اگر یہ نہ ہو اور گھر کھلے ہوں تو شاید ان گھروں میں گھسنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہ کرے`لیکن پاکستان ہندوستان وغیرہ میں بلکہ تمام تیسری دنیا جو کہلاتی ہے ان ملکوں میں یہی طریق ہے اور جب روکو کہ اس طرح نہیں ہونا چاہئے تو پھر برا مناتے ہیں۔یہ حکم عورتوں کے لئے بھی اسی طرح ہے جس طرح یہ مردوں کے لئے ہے۔عورتوں میں بھی وہی قباحتیں پیدا ہوسکتی ہیں جس طرح مردوں میں پیدا ہوسکتی ہیں بلکہ بعض حالات میں عورتوں کے لئے زیادہ قباحتیں پیدا ہو جایا کرتی ہیں۔اس لئے سلام کر کے، اعلان کر کے، اجازت لے کر گھر کے جس فرد کے پاس بھی آئی ہوں وہاں جائیں تا کہ تمام گھر والوں کو بھی پتہ ہو کہ فلاں اس وقت ہمارے گھر میں موجود ہے۔پھر پردہ دار عورت کے لئے اور بھی آسانی پیدا ہو جاتی ہے کہ اس اعلان کی وجہ سے جہاں وہ گھر میں موجود ہوگی وہاں مرد آسانی سے آ جا نہیں سکیں گے یا آنے میں احتیاط کریں گے۔پردہ کروا کر آئیں گے۔تو اس طرح اور بھی بظاہر چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں جن میں صرف سلام کہنے سے فائدہ ہوتا ہے۔پھر یہ بھی فرمایا کہ گھر میں کوئی نہ ہوتو یہ نہیں کہ گھر یا کمرہ کھلا دیکھ کر وہاں جا کے بیٹھ جاؤ بلکہ اگر گھر میں کوئی نہیں تو تین دفعہ سلام کہو اور جب تین دفعہ سلام کہہ دیا اور کسی نے نہیں سنا تو واپس چلے جاؤ۔اور پھر یہ کہ گھر میں اجازت ملے تو داخل ہونا ہے۔اگر تم نے تین دفعہ سلام کیا اور اجازت نہیں ملی یا گھر میں کوئی نہیں ہے یا گھر والا پسند نہیں کرتا کہ تم اس وقت اس کے گھر آؤ تو واپس چلے جاؤ۔اگر کوئی گھر والا موجود ہو اور کھل کر یہ کہہ بھی دے کہ اس وقت مجبوری کی وجہ سے میں مل نہیں سکتا تو پھر برا نہ مناؤ بلکہ جو کہا گیا ہے وہ کرو۔اور وہ یہی کہا گیا ہے کہ واپس چلے جاؤ اس لئے بہتری اسی میں ہے کہ واپس چلے جاؤ۔سلام تو اس لئے پھیلا رہے ہو کہ سلامتی کا پیغام پھیلے امن کا پیغام پھیلے، آپس میں محبت اور اخوت قائم ہو،تمہارے اندر پاکیزگی قائم ہوتو پھر اگر کوئی گھر والا معذرت کر دے یا ملنا نہ چاہے تو اس کے باوجود ملنے والا برا نہ منائے۔اور گھر والے کی بات مان لے۔تو یہ ہے اسلامی معاشرہ جو سلام کو رواج دے کر قائم ہوگا۔

ایک حدیث میں آتا ہے۔حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی تین دفعہ اجازت مانگ لے اور اسے اجازت نہ دی جائے تو اسے چاہئے کہ وہ واپس لوٹ جائے۔

(بخاری کتاب الاستئذان ۔باب التسلیم والاستئذان ثلاثا)

یہاں یہ کہیں نہیں کہا گیا کہ اتنی دور سے آئے ہوتے ہو گھر والے نے تمہیں واپس لوٹا دیا تو اس نے غلط کیا، کم از کم ایک دو منٹ بٹھا کر پانی ہی پوچھ لیتا۔ بلکہ یہاں آنے والے کو کہا ہے کہ اگر گھر والا اجازت نہ دے تو واپس چلے جاؤ۔ٹھیک ہے اور جگہوں پر مہمان نوازی کا بھی حکم ہے۔لیکن یہاں تمہیں یہی حکم ہے کہ گھر والا گھر کا مالک ہے۔تمہیں اگر اندر آنے کی اجازت نہیں دیتا تو واپس چلے جاؤ۔لیکن پاکیزگی یہی ہے کہ واپس ناراضگی سے نہیں جانا، برا نہیں منانا بلکہ دل میں بلا کسی رنجش لانے کے اس پر عمل کرنا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا بھی حکم ہے اور اس سے ہمارے اندر محبت واخوت پیدا ہوگی۔دل میں کسی قسم کے بدلے کا خیال نہیں لانا کہ میں بھی جب مجھے موقع ملے اسی طرح کروں گا۔اس طرح تو بجائے امن کے فساد پھیلانے والے ہوں گے۔پھر یہ ہے کہ آجکل چونکہ گھروں میں گھنٹی لگی ہوتی ہے، گھنٹیوں کا رواج ہے اس لئے لوگ سمجھتے ہیں کہ سلام کی ضرورت نہیں ہے۔حالانکہ گھنٹی کے ساتھ بھی سلام کہا جا سکتا ہے۔اسی میں برکت ہے اسی سے محبت بھی پیدا ہوتی ہے۔

ایک روایت میں آتا ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔تم اس وقت تک جنت میں داخل نہ ہوگے جب تک تم ایمان نہ لاؤ اور تم صاحب ایمان اس وقت تک نہیں ہوسکتے جب تک باہم محبت نہ کرو۔کیا میں تم کو ایک ایسا فعل نہ بتاؤں جو تم بجا لاؤ تو باہم محبت کرنے لگو۔پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ یعنی آپس میں سلام کہنے کو رواج دو۔

(مسلم کتاب الایمان ۔ باب بیان انہ لا یدخل الجنۃ الا المومنون......)

تو یہاں آپؐ نے فرمایا کہ جنت میں داخل ہونے کے لئے ایمان لانا ضروری ہے۔یہ ہر ایک کو پتہ ہے اور مومن کون ہے، ایمان لانے والا کون ہے۔فرمایا کہ ایمان لانے والے وہ ہیں جو آپس میں محبت و پیار سے رہتے ہیں۔ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھتے ہیں۔یہ نہ سمجھو کہ ہم نے بیعت کر لی، الفاظ بیعت دوہرا دیئے تو مومن بن گئے۔فرمایا کہ اگر تمہارے اندر روحانی تبدیلیاں پیدا نہیں ہوتیں، اگر تم نے ایک دوسرے کے جذبات کا خیال نہیں رکھا، اگر تم تعلیم کے تمام حصوں پر پوری طرح عمل نہیں کر رہے تو ایمان میں بہت خلا باقی ہے۔تم جماعت میں شامل تو ہو گئے لیکن جو انقلاب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم میں پیدا کرنا چاہتے ہیں وہ پیدا نہیں ہوا۔مومن کی جو نشانیاں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی ہیں وہ حاصل نہیں ہوئیں۔جو اعلیٰ معیار حاصل کرنے تھے وہ ابھی حاصل کرنا باقی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِن کمزوریوں کے ساتھ تم یہ تو کہہ سکتے ہو کہ اَسْلَمْنَا ہم نے فرمانبرداری قبول کر لی۔فرمایا یہ کہنے کے بعد تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم ایمان لائے۔آگے فرماتا ہے کہ ﴿وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ﴾ جہاں تک ایمان کا تعلق ہے وہ تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔ایمان تب داخل ہوا ہوا سمجھا جائے گا جب یہ اعلیٰ معیار قائم ہوں گے۔اللہ کی بھی عبادت کرنے والے ہوگے، کوئی نماز بھی چھوڑنے والے نہیں ہوگے اور خدا کے حقوق بھی ادا کرنے والے ہوگے اور آپس میں انتہائی محبت بھی پیدا کرنے والے ہو گے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا محبت پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ یہی ہے کہ سلام کو رواج دو اور سلام کو رواج دینے کا یہ مطلب ہے کہ جب منہ سے سلام کہو تو اس وقت تمہارے دل سے بھی تمہارے بھائی کے لئے دعائے خیر نکل رہی ہو۔

پھر اس بارے میں ایک اور روایت ہے جس سے پتہ لگتا ہے کہ مسلمانوں میں عداوت اور حسد کی بیماری بھی پیدا ہو جائے گی جس سے دین کی برکات بھی جاتی رہیں گی اور تمہارے اندر سے دین بالکل نکل جائے گا۔چنانچہ آجکل دیکھ لیں یہی مسلمانوں کا حال ہے۔پس ہم احمدی مسلمان خوش قسمت ہیں کہ زمانے کے امام کی بیعت میں آکر ان بیماریوں سے محفوظ رہنے کی کوشش کرتے ہیں۔لیکن اگر اصلاح نہ کی تو پھر بیعت سے ہی کاٹے جائیں گے۔اللہ ہر ایک کو محفوظ رکھے۔

ایک روایت میں آتا ہے۔حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلی امتوں کی بیماری عداوت اور حسد تمہارے اندر بھی گھس آئے گی۔عداوت تو جڑ سے کاٹ دینے والی شئے ہے۔یہ بالوں کو نہیں کاٹتی بلکہ دین کو کاٹ دیتی ہے۔قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے تم جنت میں نہیں جا سکو گے جب تک مومن نہ بنو اور تم مومن نہیں بن سکتے جب تک تم میں باہم میل ملاپ اور محبت نہ ہو۔کیا میں تمہیں یہ نہ بتاؤں کہ یہ باہمی محبت تم میں کیوں کر پیدا ہوگی۔اس کا طریقہ یہ ہے کہ آپس میں السلام علیکم کو رواج دو۔ (الترغیب والترھیب بحوالہ بزار)

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر یہ بھی بتایا کہ ایک دوسرے پر سلامتی بھیجنے کے موقعے کس طرح پیدا کرنے ہیں۔اور پھر کس طریق سے سلام کرنا ہے کہ زیادہ سے زیادہ محبت بڑھے۔

ایک روایت میں آتا ہے حضرت عمران بن حُصَین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے السلام علیکم کہا۔آپؐ نے اس کے سلام کا جواب دیا۔جب وہ بیٹھ گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص کو دس گنا ثواب ملا ہے۔پھر ایک اور شخص آیا اور

اس نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا۔ حضورؐ نے سلام کا جواب دیا۔ جب وہ بیٹھ گیا تو آپؐ نے فرمایا اس کو بیس گنا ثواب ملا ہے۔ پھر ایک اور شخص آیا اس نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا۔ آپؐ نے انہیں الفاظ میں اس کو جواب دیا۔ جب وہ بیٹھ گیا تو آپؐ نے فرمایا اس شخص کو تیس گنا ثواب ملا ہے۔

(ترمذی ابواب الاستئذان فی فضل السلام)

تو دیکھیں اپنے پیارے نبیؐ کو اللہ تعالیٰ نے مومنوں میں محبت پیدا کرنے کے لئے کس باریکی میں جا کر طریقے سکھائے ہیں۔ ہر دعا جو السلام علیکم کے ساتھ شامل کرتے ہیں وہ سلام کرنے والے کے لئے دس گنا ثواب کا باعث بنتی ہے، دس گنا اضافے، کے ساتھ ثواب کا باعث بنتی ہے۔ اور جب یہ دعا ثواب میں اضافہ کر رہی ہو تو اللہ تعالیٰ نے اپنے کھاتے صرف اس لئے نہیں بنائے کہ اگلے جہان میں پہنچنے پر ہی دکھائے گا بلکہ وہ اس دنیا میں بھی ایسی دعائیں کرنے والوں کو، جو دل سے دوسروں کے لئے دعا کر رہے ہوتے ہیں، مزید نیکیاں قائم کرنے کی توفیق دیتا ہے۔ اور اس کے اُس بھائی کو بھی ان دعاؤں سے فیضیاب فرماتا ہے جو دعا کرنے والا اس کو دے رہا ہوتا ہے۔ اور پھر جواب میں ایک دوسرے کو دے رہے ہوتے ہیں۔ پھر جب دوسرا بڑھا کر جواب دیتا ہے تو پھر اور زیادہ نیکیاں حاصل ہوتی ہیں۔ کیونکہ یہ بھی تو حکم ہے کہ جب کسی کو کوئی خیر لوٹاؤ تو بڑھا کر دو۔ اگر کسی کو کوئی چیز نیکیوں میں سے لوٹاؤ تو بڑھا کر لوٹاؤ۔ اگر ایک اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کہتا ہے تو جواب والا وَرَحْمَةُ اللّٰہ ساتھ لگا دیتا ہے یا بَرَکَاتُہٗ بھی ساتھ لگا دیتا ہے تو وہ اتنا ہی زیادہ ثواب کا مستحق ہو جاتا ہے اور دینے والا بھی اور جس کو مل رہی ہوں اس کو بھی زائد دعائیں مل رہی ہوتی ہیں۔

یہاں میں ضمناً حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس سلسلہ میں ایک بات ذکر کر دوں۔ میں بھی بعض اوقات جان بوجھ کر اسی طرح کرتا ہوں۔ ان سے کسی نے سوال کیا تھا کہ زیادہ ثواب تو اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ کہنے میں ہے۔ آپ صرف اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰه کہتے ہیں تو آپ نے جواب دیا تھا کہ میں جان بوجھ کر ایسا کرتا ہوں تاکہ آپ زیادہ بہتر طور پر لوٹا سکیں کیونکہ احسن رنگ میں لوٹانے کا بھی تو حکم ہے۔

مجھے کسی بچی نے سوال کیا اس سفر کے دوران بھی کہ آپ کو سب دعا کے لئے کہتے ہیں آپ کسی کو نہیں کہتے۔ تو میں نے اس کو کہا تھا کہ میں تو پہلے دن سے آج تک دعا کے لئے کہتا چلا آ رہا ہوں۔ ہاں ہر ملنے والے کو انفرادی طور پر نہیں کہتا۔ بعضوں کو کہہ بھی دیتا ہوں اور خطوں میں بھی لکھتا ہوں لیکن اجتماعی طور پر عموماً میں دعا کے لئے کہتا رہتا ہوں اور اجتماعی دعائیں لینے کی کوشش کرتا ہوں۔ مسجد میں بھی سلام کرتے وقت، اجتماعوں وغیرہ میں بھی۔ اس سے ایک تو جو میں نے کہا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا طریق کار تھا اور میں بھی بعض دفعہ کرتا ہوں، جیسا کہ آپ نے جواب دیا تھا کہ اس لئے مختصر سلام کرتے ہیں کہ جواب دینے والے کو زیادہ ثواب ہو۔ ایک تو یہ ہے کہ اس کو ثواب مل جائے کہ وہ بڑھا کر لوٹائے تو وہ جو بڑھا کر لوٹا رہا ہوتا ہے اس میں سے بھی تو دعاؤں کا حصہ مل رہا ہوتا ہے۔ کیونکہ مجھے تو سب سے زیادہ دعاؤں کی ضرورت ہے۔ جتنی زیادہ دعاؤں سے آپ میری مدد کر رہے ہوں گے اتنی زیادہ جماعت میں مضبوطی آتی چلی جائے گی اور اتنی زیادہ آپس کی محبت بڑھتی چلی جائے گی۔ بہرحال یہ ضمناً بات آ گئی تھی۔ اصولی طور پر یہ نہیں ہے کہ سلام کرنے والا آدھا سلام کرے یا مختصر الفاظ میں کرے اور جواب دینے والا ضرور پورا جواب دے۔ دونوں طرف سے جتنی زیادہ دعائیں دی جائیں اتنا زیادہ بہتر ہے۔ میں بعض اوقات پورا اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ بھی کہتا ہوں۔ اور جس طرح حدیث میں ہے کہ اس کو رواج دینا چاہئے۔ ہر کوئی کیونکہ اس طرح سوچ کر نہ تو سلام کر رہا ہوتا ہے اور نہ جواب دینے والا سوچ کر جواب دیتا ہے اس لئے انفرادی طور پر یا ویسے بھی عام طور پر جو لوگ ملیں تو زیادہ ثواب اسی میں ہے جتنے زیادہ الفاظ سلامتی کے، دعا کے دوہرائیں گے۔ یہ وضاحت میں نے اس لئے تفصیل سے دے دی ہے کہ بعض لوگ ناسمجھی میں بعض باتوں میں پکے ہو جاتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی اگر کسی نے یہ بات سنی ہو تو ہو سکتا ہے کہ وہ اس بات پہ جان بوجھ کر قائم ہی ہو جائے کہ سلام صرف اتنا ہی فرض ہے کہ مختصر کیا جائے اور جواب دینے والا زیادہ جواب دے۔ کیونکہ بعض باتیں موقع محل کے حساب سے اور بعض لوگوں کے مقام کے لحاظ سے ہوتی ہیں، وہ اصول نہیں بن جایا کرتے۔ اصول وہی ہیں جو ہمیں ہمارے آقا و مطاع محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائے ہیں اور ہمیں تو جتنا زیادہ ثواب حاصل کر سکیں کرنا چاہئے۔ اور یہ لوٹانے والے کا بھی فرض ہے کہ وہ بھی بڑھا کر لوٹائے تاکہ اس کو بھی ثواب ملے اور جس کو وہ سلام کا جواب دے رہا ہے اس کو بھی ثواب ملے۔

پھر جن باتوں کے کرنے سے مومن جنت میں داخل ہوگا۔ اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ایک روایت میں اس طرح آتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اے لوگو! سلام کو رواج دو، ضرورت مند کو کھانا کھلاؤ۔ صلہ رحمی کرو اور اس وقت نماز پڑھو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں۔ اگر تم ایسا کرو گے تو سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

(ترمذی ابواب صفۃ القیمۃ)

اس حدیث میں جن باتوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے ان میں سے تین تو حقوق العباد سے تعلق رکھتی ہیں جو میں نے پہلے حدیث پڑھی تھی یہ اس کی مزید وضاحت ہے۔ یعنی سلام کے رواج سے ایک دوسرے کے لئے نرم جذبات پیدا ہوں گے اور نرم جذبات کے پیدا ہونے سے ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کی طرف توجہ پیدا ہوگی۔ دوسرے یہ فرمایا کہ ضرورت مند کو کھانا کھلاؤ۔ لوگوں کی ضرورتوں کا خیال رکھو۔ اگر کوئی ضرورت مند نہیں ملتا، یہاں بعض اوقات ان ملکوں میں کوئی ضرورت مند نہیں ملتا۔ تو جماعت میں صدقات کا نظام موجود ہے۔ یہاں سے دوسرے ملکوں میں بھی مدد کی جاتی ہے۔ بے انتہا غریبوں کی مدد کی جاتی ہے تم بھی اس میں داخل ہو جاؤ تو براہ راست سلام تو نہیں پہنچا رہے لیکن ان غریبوں کے لئے سلامتی کے سامان پیدا کر رہے ہو۔ ان کی ضروریات کا خیال رکھ رہے ہو اور ان سے غائبانہ دعائیں بھی لے رہے ہو۔ یہ صرف محبت اور ہمدردی کے اس جذبے کے تحت کر رہے ہیں کہ ہمارے بھائی بند ہیں اور ضرورت مند ہیں۔ پھر فرمایا کہ صلہ رحمی کرو۔ اپنے رشتہ داروں کا، اپنے قریبیوں کا، اپنے عزیزوں کا ایک دوسرے کے سسرالی قریبیوں کا، عزیزوں کا خیال رکھو، کیونکہ ایک دوسرے کے سسرال کے جو رحمی رشتہ دار ہیں وہ بھی قریبی عزیز ہی ہیں۔ ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچاؤ۔ تکلیف صرف یہی نہیں ہے کہ کوئی جسمانی تکلیف نہیں پہنچائی یا کھل کے گالم گلوچ نہیں کی بلکہ اگر خاوند اور بیوی ایک دوسرے کے جذبات کا اور ایک دوسرے کے عزیزوں کے جذبات کا خیال نہیں رکھتے تو وہ بھی سلامتی پھیلانے والے نہیں ہیں۔

سلامتی تو ایک دعا ہے اور دعائیں جذبات کو ٹھیس پہنچا کر نہیں دی جاتیں۔ فرمایا کہ یہ سب باتیں سلامتی سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس لئے تم بھی ان باتوں کو کر کے سلامتی کے ساتھ ہی جنت میں داخل ہو گے۔ اور پھر آخر میں حق اللہ کی طرف بھی توجہ دلا دی۔ کہ اللہ کا حق کیا ہے؟ بلکہ وہ بھی بندوں کی ضرورت ہی ہے کہ نمازیں بھی پڑھو، اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، بلکہ تہجد کی نماز پڑھنے کی عادت ڈالو۔ جب اپنے آپ کو تکلیف میں ڈال کر اس وقت تہجد کی نماز پڑھنے کے لئے اٹھو گے تو پھر دل بھی صاف ہوگا۔ خدا کی خشیت بھی پیدا ہوگی اور جب خدا کی خشیت پیدا ہوگی تو اس کے بندوں کے ساتھ حسن سلوک اور سلامتی کی دعا بھیجنے کی طرف اور توجہ پیدا ہوگی۔ اور نہ صرف اگلے جہان میں بلکہ اس جہان میں بھی تمہیں سلام بھیجنے کا فہم حاصل ہو رہا ہوگا۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جن سے جان پہچان ہے صرف انہیں کو سلام کرنا چاہئے۔ مسلمان معاشرے میں تو ہر راہ چلتے کو سلام کرنا چاہئے۔ جیسا کہ ایک روایت میں آتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک آدمی نے پوچھا۔ اسلام کا کون سا کام بہتر ہے؟ آپؐ نے فرمایا غریبوں، مسکینوں کو کھانا کھلانا اور ہر مسلمان کو سلام کرنا، چاہے تو اسے پہچانتا ہو یا نہ پہچانتا ہو۔ تو جیسا کہ میں نے کہا کہ مسلمان معاشرے میں سلام کو رواج دینا چاہئے۔

پاکستان میں تو ہمارے سلام کہنے پر پابندی ہے، بہت بڑا جرم ہے۔ بہرحال ایک احمدی کے دل سے نکلی ہوئی سلامتی کی دعائیں اگر یہ لوگ نہیں لینا چاہتے تو نہ لیں اور تبھی تو یہ ان کا حال ہو رہا ہے۔ لیکن جہاں احمدی اکٹھے ہوں وہاں تو سلام کو رواج دیں۔ خاص طور پر ربوہ، قادیان میں۔ اور بعض اور شہروں میں بھی اکٹھی احمدی آبادیاں ہیں ایک دوسرے کو سلام کرنے کا رواج دینا چاہئے۔ میں نے پہلے بھی ایک دفعہ ربوہ کے بچوں کو کہا تھا کہ اگر بچے یاد سے اس کو رواج دیں گے تو بڑوں کو بھی عادت پڑ جائے گی۔ پھر اسی طرح واقفین نو بچے ہیں۔ ہمارے جامعہ نئے کھل رہے ہیں ان کے طلباء ہیں اگر یہ سب اس کو رواج دینا شروع کریں اور ان کی یہ ایک انفرادیت بن جائے کہ یہ سلام کہنے والے ہیں تو ہر طرف سلام کا رواج بڑی آسانی سے پیدا ہو سکتا ہے اور ڈرنے کی کوئی بات نہیں ہے۔ بعض اور دوسرے شہروں میں کسی دوسرے کو سلام کر کے پاکستان میں قانون ہے کہ مجرم نہ بن جائیں۔ احمدی کا تو چہرے سے ہی پتہ چل جاتا ہے کہ یہ احمدی ہے۔ اس لئے فکر کی یا ڈرنے کی کوئی بات نہیں ہے۔ اور مولوی ہمارے اندر ویسے ہی پہچانا جاتا ہے۔

پاکستان میں بھی عموماً لوگ شریف ہیں جس طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے فرمایا تھا کہ گونگی شرافت ہے۔ کچھ کہہ نہیں سکتے۔ اندر سے وہ بھی مولوی سے بڑے سخت تنگ ہیں۔ تھانیدار والا ہی حساب ہے کہ جب ایک دفعہ ایک احمدی پہ مقدمہ ہو گیا۔ سلام کہنے پر مولوی نے پرچہ درج کروایا۔ جب تھانیدار نے جرم دیکھا تو اس نے اس کو کہا کہ کیا اس نے تمہیں سلام کیا ہے؟ اس نے کہا کہ یہ جرم ہے اس نے کیوں مجھے سلام کیا ہے۔ اس نے کہا ٹھیک ہے اگر یہ جرم ہے اس احمدی کا تو وہ آئندہ سے تمہیں لعنت بھیجا کرے گا۔ احمدی لعنت کبھی نہیں بھیجتا۔ دوست ہو یا دشمن ہو احمدی نے تو ہمیشہ سلامتی کا نعرہ ہی لگانا ہے۔

ایک روایت میں آتا ہے۔ حضرت ایوب بن بشیرؓ قبیلہ عَنْزَہ کے ایک شخص کے حوالے سے بیان کرتے ہیں۔ اس شخص نے حضرت ابوذر غفاریؓ سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوقت ملاقات آپ لوگوں سے مصافحہ کیا کرتے تھے؟ اس پر حضرت ابوذرؓ نے بتایا کہ میں جب کبھی بھی حضورؐ سے ملا، مصافحہ کیا ہے۔ بلکہ ایک مرتبہ حضورؐ نے مجھے بلا بھیجا، میں اس وقت گھر پر نہیں تھا۔ جب میں گھر آیا اور مجھے بتایا گیا تو میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا، حضورؐ اس وقت بستر پر تھے، حضورؐ نے مجھے اپنے گلے کے ساتھ لگا لیا اور معانقہ کیا۔ اس خوش نصیبی کے کیا کہنے۔

(ابوداؤد کتاب الادب باب فی المصافحۃ)

پھر ایک روایت میں آتا ہے حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ملتا اور آپؐ سے گفتگو کرتا، آپؐ اس سے اپنا چہرہ مبارک نہ ہٹاتے۔ یہاں تک کہ وہ خود واپس چلا جائے اور جب کوئی آپؐ سے مصافحہ کرتا تو آپؐ اپنے ہاتھ اس کے ہاتھ سے نہ چھڑاتے یہاں تک کہ وہ خود ہاتھ چھڑا لے۔ اور کبھی آپؐ کو اپنے ساتھ بیٹھنے والے سے آگے گھٹنے نکال کر بیٹھے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔

(ابن ماجه كتاب الادب باب اكرام الرجل جليسه)

اس سے جہاں ہم سب کے لئے نصیحت ہے، خاص طور پر جماعت کے عہدیداران کو بھی میں کہنا چاہتا ہوں، ان کو بھی سبق لینا چاہئے کہ ملنے کے لئے آنے والے کو اچھی طرح خوش آمدید کہنا چاہئے۔ خوش آمدید کہیں، ان سے ملیں، مصافحہ کریں، ہر آنے والے کی بات کو غور سے سنیں۔ بعض لکھنے والے مجھے خط لکھ دیتے ہیں کہ ہمارے بعض معاملات ہیں کہ آپ سے ملنا تو شاید آسان ہو لیکن ہمارے فلاں عہدیدار سے ملنا بڑا مشکل ہے۔ تو ایسے عہدیداران کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اسوہ حسنہ کو یاد رکھنا چاہئے، ملنے والے سے اتنے آرام سے ملیں کہ اس کی تسلی ہو اور وہ خود تسلی پا کر آپ سے الگ ہو۔ پھر دفتروں میں بیٹھے ہوتے ہیں۔ ہر آنے والے کو کرسی سے اٹھ کر ملنا چاہئے، مصافحہ کرنا چاہئے۔ اس سے آپ کی عاجزی کا اظہار ہوتا ہے اور یہی عاجزی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سکھائی ہے۔ دیکھیں آپ بیٹھتے وقت بھی کتنی احتیاط کیا کرتے تھے۔

مصافحے کے بارے میں یہاں ایک وضاحت کر دوں یہاں مغرب میں ہمارے معاشرے سے آئی ہوئی بعض خواتین کو بھی مردوں کے کہنے کی وجہ سے یا خود ہی کسی کمپلیکس (Complex) کی وجہ سے مردوں سے مصافحہ کرنے کی عادت ہو گئی ہے اور بڑے آرام سے عورتیں مردوں سے مصافحہ کر لیتی ہیں۔ مردوں اور عورتوں دونوں کو اس سے بچنا چاہئے۔ اگر آرام سے دوسرے کو سمجھا دیں کہ ہمارا مذہب اس کی اجازت نہیں دیتا تو لوگ سمجھ جاتے ہیں۔ نہ عورت مرد کو سلام کرتی ہے تو پھر نہ مرد عورت کو سلام کرے گا۔ دوسرے بعض معاشروں میں بھی تو مصافحے نہ کرنے کا رواج ہے وہ بھی تو نہیں کرتے۔ ہندو بھی ہاتھ جوڑ کر یوں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ وہاں ان کا سلام کا رواج ہے۔ اور معاشروں میں بھی اس طرح مختلف طریقے ہیں۔ اس لئے شرمانے کی ضرورت نہیں ہے۔ کسی قسم کے کمپلیکس میں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مذہب بہرحال مقدم ہونا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کے احکامات پر بہرحال زیادہ سے زیادہ عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

پھر ایک روایت میں آتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوار شخص پیدل کو سلام کرے اور پیدل چلنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے اور تھوڑے لوگ زیادہ لوگوں کو سلام کریں۔ (بخاری کتاب الاستئذان)

تو یہ طریق بھی عاجزی پیدا کرنے اور تکبر کو دور کرنے لئے سکھایا گیا ہے۔ ایک روایت میں آتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم میں سے جب کوئی اپنے بھائی سے ملے تو اسے سلام کرے اور اگر ان دونوں کے درمیان کوئی درخت یا دیوار یا چٹان حائل ہو جائے۔ پھر دوبارہ اس سے ملے تو دوبارہ سلام کرے۔ یعنی ایک دفعہ سلام کافی نہیں ہے۔ پھر ملے پھر بے شک سلام کرے۔ یعنی سلام کو اتنا زیادہ رواج دو کہ تمہارے اندر کی ساری کدورتیں، دل کے تمام میل صاف ہو جائیں۔

پھر ایک روایت میں آتا ہے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک مجلس کے قریب سے گزرے جس میں مسلمان اور مشرک بت پرست اور یہودی سب بیٹھے ہوئے تھے۔ تمام کی مشترکہ مجلس تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سلام کیا۔ (بخاری کتاب الاستئذان)

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو بلا استثناء اس مجلس کے ہر فرد کو سلام کیا۔ یہ نہیں کہا کہ مسلمانوں کو سلام ہو۔ جبکہ آج کا مُلّاں کہتا ہے کہ فلاں کو سلام کرو اور فلاں کو سلام نہ کرو۔ آپ لوگ بھی یہاں بلا جھجک اس معاشرے میں بھی لوگوں کو سلام کیا کریں۔ پھر اس کا مطلب بتایا کریں۔ آخر ان کا سلام بھی تو آپ کرتے ہیں۔ آپ کو بھی سلام کرنا چاہئے بعض قریبی تو خیر جانتے ہیں، سلام بھی کر لیتے ہیں۔ کل جب میں آیا ہوں تو بڑی اچھی بات لگی بعضوں نے جو یہاں کے مقامی تھے السلام علیکم بھی کہا۔ تو ہر ایک کو بتانا چاہئے، اس کا مطلب بھی بتائیں تا کہ اسلام کی تعلیم کی جو خوبیاں ہیں وہ بھی لوگوں کو پتہ لگیں۔ اور اس سے آپ کی دعوت الی اللہ کے اور راستے بھی کھلیں گے۔

اس سلسلے میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے طریق کار کے بارے میں بتاتا ہوں۔ قاضی محمد یوسف صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سلام کا اس قدر خیال تھا کہ حضورؑ اگرچہ چند لمحوں کے لئے بھی جماعت سے اٹھ کر جاتے اور پھر واپس تشریف لاتے تو ہر بار جاتے بھی اور آتے بھی السلام علیکم کہتے۔ (سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ 32)

حافظ محمد ابراہیم صاحب قادیانی بیان کرتے ہیں۔ اکثر حضور علیہ السلام، السلام علیکم پہلے کہا کرتے تھے۔ (سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ114)

تو یہ سب کچھ اس محبت کی وجہ سے تھا جو آپؑ کے دل میں اپنے ماننے والوں کے لئے تھی بلکہ کوئی بھی بیٹھا ہو تو آپؑ اس طریقے سے سلام کیا کرتے تھے۔ گویا اللہ تعالیٰ کے تمام بندوں سے ہمدردی کا جذبہ رکھتے تھے اور اسی جذبے کے تحت آپ سلام کو پھیلایا کرتے تھے۔

آپؑ فرماتے ہیں کہ: ”اس زمانے میں اسلام کے اکثر امراء کا حال سب سے بدتر ہے۔ وہ گویا یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ صرف کھانے پینے اور فسق و فجور کے لئے پیدا کئے گئے ہیں` دین سے وہ بالکل بے خبر اور تقویٰ سے خالی اور تکبر اور غرور سے بھرے ہوتے ہیں۔ اگر ایک غریب ان کو السلام علیکم کہے تو اس کے جواب میں وعلیکم السلام کہنا اپنے لئے عار سمجھتے ہیں۔ بلکہ غریب کے منہ سے اس کلمہ کو ایک گستاخی کا کلمہ اور بیبا کی کی حرکت خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ پہلے زمانے کے اسلام کے بڑے بڑے بادشاہ السلام علیکم میں اپنی کوئی کسر شان نہیں سمجھتے تھے“۔ یعنی اپنی شان میں کوئی کمی نہیں سمجھتے تھے ”مگر یہ لوگ تو بادشاہ بھی نہیں ہیں پھر بھی بے جا تکبر نے ان کی نظر میں ایسا پیارا کلمہ جو السلام علیکم ہے، جو سلامت رہنے کے لئے ایک دعا ہے، حقیر کر کے دکھایا ہے۔ پس دیکھنا چاہئے کہ زمانہ کس قدر بدل گیا ہے کہ ہر شعار اسلام کا تحقیر کی نظر سے دیکھا جاتا ہے“۔

(چشمۂ معرفت روحانی خزائن جلد23 صفحہ327)

پس آج ہر احمدی کا فرض ہے کہ اس شعار اسلام کو اتنا رواج دیں کہ یہ احمدی کی پہچان بن جائے۔ اس کے لئے خود بھی کوشش کریں اور اپنے بیوی بچوں کو بھی کہیں ان دنوں میں، جلسہ کے دنوں میں دعاؤں کے ساتھ جہاں وقت گزار رہے ہوں گے، جلسے کی کارروائی سننے میں جہاں وقت گزار رہے ہوں گے، وہاں ہر ملنے والے کو سلامتی کی بھی دعا دیں تا کہ اس مجمع میں، یہاں جو لوگ اکٹھے ہوئے ہیں، ان میں جو دینی اور روحانی حالت کی بہتری کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں، یہاں جو آپ آپس میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے مطابق رشتہ محبت واخوت قائم کرنے کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں اس رشتے کی مضبوطی کے لئے سلامتی کی دعائیں بھی بھیجیں۔ دنیا میں ہر جگہ احمدی پاک دل کے ساتھ ایک دوسرے کو سلامتی کی دعائیں دینا شروع کر دیں تو بہت جلد اس یکجہتی اور دعاؤں کی وجہ سے انشاء اللہ تعالیٰ آپ احمدیت کی ترقی کو دیکھیں گے۔

دنیا میں آج اور جگہ بھی جلسے ہو رہے ہیں۔ ہر جگہ ان جلسوں کو سلامتی کے پیغام سے بھر دیں۔ ان ملکوں میں جب آپ اسلام کے اس امن اور سلامتی کے پیغام کو پھیلائیں گے تو جیسا کہ میں نے پہلے کہا کہ دعوت الی اللہ میں بھی آسانیاں پیدا ہوں گی، لوگوں سے رابطوں میں بھی آسانیاں پیدا ہوں گی۔

اس لئے اس ملک میں رہنے والے ہر احمدی کا بھی یہ فرض بنتا ہے کہ جس طرح ان لوگوں نے آپ کو اپنے ملک میں رہنے اور کمانے، اپنے حالات بہتر بنانے کی اجازت دی ہے اور ایک احسان کیا ہے کہ بہت سوں کے حالات اپنے ملک میں اتنے اچھے نہیں تھے یہاں کی نسبت تو اس احسان کا بدلہ اتارنے کے لئے آپ کا فرض بنتا ہے کہ اس خوبصورت تعلیم پر عمل کرتے ہوئے جو اسلام نے آپ کو دی ہے، جس کو اس زمانے میں صحیح رنگ میں ہمارے سامنے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رکھا ہے۔ اس کو ان لوگوں تک پہنچائیں۔ اسلام سلامتی کا پیغام ہے، ہر احمدی کو اس کو دنیا میں پھیلانا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بہت سے الہامات و رویا میں السلام علیکم کہہ کر خوشخبریاں دی ہیں۔ اس وقت میں ایک رؤیا پیش کرتا ہوں۔ آپؑ لکھتے ہیں کہ: ”میں نے خواب میں دیکھا کہ اول گویا کوئی شخص مجھ کو کہتا ہے کہ میرا نام فتح وظفر ہے اور پھر یہ الفاظ زبان پر جاری ہوئے أَصْلَحَ اللّٰهُ أَمْرِيْ كُلَّهٗ یعنی اللہ تعالیٰ نے میرے سارے کام اپنے فضل سے ٹھیک کر دیئے۔ پھر دیکھا کہ مکان شبیہ مسجد میں ہوں (یعنی مسجد کی شکل کے مکان میں ہوں) اور ایک الماری کے پاس کھڑا ہوں اور حامد علی بھی کھڑا ہے۔ اتنے میں نظر پڑی میں نے عبداللہ غزنوی کو دیکھا کہ بیٹھے ہیں اور میرا بھائی غلام قادر بھی بیٹھا ہے تب میں نے نزدیک ہو کر ان کو السلام علیکم کہا تو انہوں نے بھی وعلیکم السلام کہا اور بہت سے دعائیہ کلمات ساتھ ملا دیئے جن میں صرف یہ لفظ محفوظ رہا یعنی ذہن میں یہی رہا کہ اَخَّرَكَ اللّٰهُ کہ اللہ تعالیٰ تیرے سارے کام ٹھیک بنا دے۔ انجام بخیر کرے۔ مگر معنے یہی یاد رہے کہ ان کے کلمات ایسے ہی تھے کہ تیرا خدا مددگار ہو، تیری فتح ہو، پھر میں اس مجلس میں بیٹھ گیا اور کہا کہ میں نے خواب بھی دیکھی ہے کسی کو میں نے السلام علیکم کہا ہے۔ اس نے جواب دیا وَعَلَيْكُمُ السَّلَام وَالظَّفر“۔ (تذکرہ صفحہ249 مطبوعہ1969ء)

پس ہر احمدی کا فرض بنتا ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل اللہ تعالیٰ کے اس سلام کو حاصل کرنے والے بنیں۔ یہ سلام حضرت اقدسؑ کے ساتھ آپؑ کی جماعت کو بھی ہے۔ آپؑ کا مقصد ایک پاک جماعت کا قیام تھا اور نیک انجام اس جماعت کے لئے بھی ہے جیسا کہ اس میں بتایا گیا ہے۔ لیکن ہر فرد جماعت کو سلامتی پھیلا کر انفرادی طور پر بھی ان برکات سے حصہ لینا چاہئے تا کہ فتح وظفر کی جو خوشخبری اللہ تعالیٰ نے دی ہے اس کی برکات سے ہر ایک حصہ لے سکے۔ اس لئے میں پھر کہتا ہوں کہ اس سلامتی کے پیغام کو دوسروں تک بھی پھیلائیں اور آپس میں بھی مومن بنتے ہوئے محبت اور پیار کی فضا پیدا کریں اور اللہ تعالیٰ کی ابدی جنتوں کے بھی وارث بنیں جہاں سلامتی ہی سلامتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

مکرم نسیم سیفی صاحب مرحوم کا ذکر خیر

(عبدالوھاب بن آدم۔ امیر ومشنری انچارج غانا)

مکرم مولانا نسیم سیفی صاحب مرحوم سابق مشنری انچارج نائجیریا سے میری پہلی ملاقات 1952ء میں ہوئی۔ خاکسار دینی تعلیم حاصل کرنے گولڈ کوسٹ سے ربوہ جا رہا تھا کہ راستے میں نائجیریا ٹھہرا جہاں ان سے ملنے کا موقع ملا۔ خاکسار انکی شخصیت سے بے حد متاثر ہوا۔ آپ تن تنہا 'The Truth' (نائجیریا جماعت کا اخبار) کی اشاعت میں مصروف تھے۔ جماعت کی تربیت کے لئے کوشاں تھے۔ تبلیغ کے لئے بھی اپنے آپ کو وقف کر رکھا تھا۔ الغرض آپ کو جماعتی کاموں میں دن رات محو پا کر بڑی حیرت ہوئی کہ یہ شخص کس لگن سے جماعت کی خدمت میں جُتا ہوا ہے۔

میرے ربوہ میں قیام کے دوران، احمدیہ مسلم جرنلسٹ ایسوسی ایشن کا قیام عمل میں آیا۔ اس ایسوسی ایشن کے صدر مکرم مولانا ابو العطاء جالندھری صاحب تھے۔ ان دنوں غانا سے جماعت احمدیہ کے اخبار 'The Guidance' کا اجراء نہ ہوا تھا۔ اس وقت مجھے 'The Truth' کا نمائندہ مقرر کیا گیا۔ یہ اخبار مجھے نائیجیریا سے باقاعدہ ملتا تھا۔ اخبار آپ کے مضامین پر مشتمل ہوتا تھا جو سراسر اسلام کی تبلیغ پر منتج ہوتے۔ آپ اسلام کے لئے بے حد غیرت رکھتے تھے۔ اس کا ایک ثبوت ان دنوں ہونے والا ایک اہم واقعہ ہے۔ اس کی تفصیل کچھ یوں ہے:

ان دنوں انگلستان میں نائیجیریا کے سفیر MBO آنریبل ہوتے تھے۔ یہ عیسائی تھے۔ انہوں نے انگلستان میں ایک جگہ خطاب کرتے ہوئے بیان دیا کہ "مجھے یقین ہے کہ چند سالوں کے اندر اندر سارا نائیجیریا عیسائی ہو جائے گا"۔

یہ بیان سراسر حقائق کے خلاف تھا۔ اس وقت ملک میں مسلمانوں کی اکثریت تھی۔ مولانا نسیم سیفی صاحب نے اس کے اس بیان پر زبردست احتجاج کیا۔ آپ نے لکھا: 'یہ شخص ایک ایسے ملک کا سفیر ہے جس کی اکثریت مسلمان ہے۔ اس کا یہ کہنا کہ عنقریب سارا ملک عیسائی ہو جائے گا سراسر بے بنیاد ہے۔ یہ شخص انگلینڈ میں عیسائیت کا سفیر بنا کر نہیں بھیجا گیا بلکہ نائیجیریا ملک کا سفیر ہے۔ ایسا بیان سفارتی فرائض میں شامل نہیں۔ اس نے اپنی حدود سے تجاوز کیا ہے وغیرہ وغیرہ۔

آپ نے اس موضوع پر اپنے اخبار میں کئی اداریے لکھے اور حکومت سے اس سفیر کو واپس بلائے جانے کا مطالبہ کیا۔ یہ اداریے بے حد مقبول ہوئے۔ آخر حکومت نائیجیریا کو اس سفیر کو واپس بلانا پڑا۔

آپ کو ملک بھر میں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ جب نائیجیریا کو آزادی ملی تو اس حوالہ سے ملک میں ایک بہت بڑی تقریب ہوئی۔ اس میں ملکہ برطانیہ کے نمائندہ اور بعض ممالک کے سربراہان نے بھی شرکت کی۔ اس موقع پر دعا کے لئے حکومت کی طرف سے مسلمانوں کی نمائندگی میں آپ کو بلایا گیا۔

آپ کے نائیجیریا ہی میں قیام کی بات ہے کہ امریکہ کے مشہور عیسائی منّاد بلّی گراہم نے افریقہ کو عیسائی بنانے کا پروگرام بنایا۔ پروگرام کے مطابق افریقہ کے مختلف ممالک میں لیکچرز دینا تھے۔ اس نے آنے سے قبل صدر امریکہ کینیڈی کو بھی ملاقات کے دوران اپنے پروگرام کی تفصیل سے آگاہ کیا۔ دورہ کا آغاز نائیجیریا سے ہوا۔ نائجیریا میں اس نے ایک بہت بڑے مجمع سے خطاب کرنا تھا۔ اخبارات، ٹی وی، ریڈیو کے ذریعہ اس کا خوب پروپیگنڈا ہوا۔ ان دنوں نائیجیریا کے امیر و مشنری انچارج مکرم نسیم سیفی صاحب تھے۔ آپ نے فوری طور پر مختلف عناوین پر مشتمل پانچ پمفلٹ تیار کئے۔ مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا نہ تھے، حضرت عیسیٰ خدا کے بیٹے نہ تھے، حضرت عیسیٰ صلیب پر فوت نہیں ہوئے، حضرت عیسیٰ کبھی واپس نہ آئیں گے۔ وغیرہ۔ آپ نے یہ پمفلٹ بائبل کے حوالہ جات کی روشنی میں تیار کئے تھے۔ اور یہ پمفلٹ کثیر تعداد میں شائع کر کے اس مجمع میں جہاں بلّی گراہم نے تقریر کرنا تھی بکثرت تقسیم کئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں نے اس پمفلٹ کے حوالہ سے بلّی گراہم پر سوالوں کی بوچھاڑ کر دی۔ بلّی گراہم لاجواب ہو گیا اور اس کا افریقہ کو عیسائی بنانے کا پروگرام چکنا چور ہو گیا۔

مکرم نسیم سیفی صاحب نے اس پر بس نہیں کی بلکہ اسے مباحثہ کا چیلنج دیا جو اس نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ ہم مباحثوں کے لئے نہیں آئے بلکہ عیسائیت کی روحانی قوت دکھانے کیلئے آئے ہیں۔

اس نے نائیجیریا سے شکست کھا کر مشرقی افریقہ کا رُخ کیا تو وہاں مکرم شیخ مبارک احمد صاحب مبلغ سلسلہ نے اسے روحانی مقابلہ کا چیلنج دیا اور تجویز دی کہ چند مریض لے کر انکی شفایابی کے لئے دعا کرتے ہیں۔ یہاں بھی اس نے اس چیلنج کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

جب بلّی گراہم افریقہ سے ناکام و نامراد ہو کر واپس امریکہ پہنچا تو صدر کینیڈی سے دوبارہ ملاقات کی اور برملا کہا: "افریقہ میں عیسائیت کے فروغ کے لئے کافی مشکلات ہیں"۔

ہمارے مکرم عبداللہ ناصر بوانگ صاحب (جو احمدیہ سیکنڈری سکول کماسی کے پہلے غانین ہیڈ ماسٹر، اشانٹی ریجن کے ڈائریکٹر آف ایجوکیشن اور Specialist Training College winneba کے پرنسپل رہے ہیں) جب مکرم نسیم سیفی صاحب مغربی افریقہ کے رئیس التبلیغ تھے ان دنوں یہ لیگون یونیورسٹی کے طالب علم تھے۔ وہ کہتے ہیں مکرم مولانا سیفی صاحب اکثر ہماری یونیورسٹی میں آیا کرتے تھے اور اسلام پر تفصیلی پُرمغز لیکچرز دیا کرتے تھے۔ یہ لیکچرز نقلی و عقلی اعتبار سے بھرپور اور ہر طرح کے مضبوط دلائل سے اسقدر مرصّع ہوتے کہ پادری اور عیسائیت کے ماہر لیکچررز بے حد متاثر ہوتے اور انہیں ان کے سامنے بات کرنے کی جرأت نہ ہوتی۔

مکرم نسیم سیفی صاحب نے یادگار لٹریچر پیدا کیا۔ آپ نے احمدی اور غیر احمدی کے مابین فرق اور احمدی اور عیسائی کے مابین فرق کو مضمون بنا کر الوھیت مسیح، تثلیث وغیرہ کے عناوین پر مشتمل چھوٹے اور مفید مضامین پہلے The Truth میں لکھے پھر ان کو پمفلٹ کی شکل میں شائع کیا۔ آپ کی ادارت میں نکلنے والا رسالہ 'تحریک جدید' بے حد مقبول تھا خصوصاً آپ کا کتب حضرت مسیح موعودؑ کے تعارف کا سلسلہ۔ یہ تعارف انگریزی خواں طبقہ کے لئے بے حد مفید تھا۔

جب خاکسار تعلیم سے فارغ ہو کر غانا آیا تو اس وقت آپ نائیجیریا ہی میں تھے۔ آپ اکثر ہمارے جلسوں میں شریک ہوتے، آپ کی سادہ عام فہم اور علمی تقریریں سامعین بغور سنتے اور ان سے محظوظ ہوتے۔

نائیجیریا سے واپسی پر آپ وکیل التعلیم بنے تو اس حیثیت سے آپ نے غیر ملکی طلباء کی بے حد حوصلہ افزائی فرمائی۔ اس زمانہ میں غیر ملکی طلباء کی کثیر تعداد جامعہ احمدیہ میں زیر تعلیم تھی۔ ان کا تعلق انگلستان، انڈونیشیا، ترکی، چین، جرمنی، امریکہ اور مشرقی و مغربی افریقہ کے مختلف ممالک سے تھا۔ آپ انتہائی کامیاب مبلّغ تھے اور دوسرے مبلّغین کے لئے آپ کا وجود قابل تقلید تھا۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند کرے اور جنّت الفردوس میں انہیں اعلیٰ علّیین میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

❁❁❁❁❁

watch MTA live

audio and video broadcast

❁❁❁

Weekly sermons in Urdu / English

❁❁❁

Questions & Answers and much much more

❁❁❁

Now you can buy Ahmadiyya Islamic Books, Audio / Video on line using Master Card or Visa

❁❁❁

Visit our official website

www.alislam.org

آپ کے ملک میں ایسے ہونہار احمدی طلباء و طالبات یا ایسے احمدی مرد و خواتین جو علم کے میدان میں، کھیل کے میدان میں یا خدمت انسانیت کے مختلف میدانوں میں ملکی یا بین الاقوامی سطح پر نمایاں کامیابی حاصل کر کے شہرت پا چکے ہیں ان کے تعارف اور انٹرویوز پر مشتمل مضامین ہمیں بھجوائیں۔ (ادارہ)

KENWRIGHT & LYNCH SOLICITORS & COMMISSIONERS FOR OATHS

Our legal advice includes:

Immigration, Asylum , Nationality ,Work Permits, Business Visas, ECO matters & Appeals, Conveyancing, Landlord & Tenants, Family & Ancillary matters, Employment .

Contact:

Muzaffar Mansoor, Solicitor & Expert Witness Asylum Cases

Robyn Lynch, Martin Chambers Solicitors.

2 Mitcham Road Tooting Broadway London SW17 0TF

Tel: 020 8767 1211 Fax: 020 8672 0486.

Freephone: 0800 716929

Email: Kenwrightlynch@legaleys.fsnet.co.uk

LEGAL AID FRANCHISE

Unique Frans Travel GmbH

یونیک فرانس ٹریول GmbH فرانکفورٹ، جرمنی

یونیک جماعت کے یونیک احباب کے لئے یونیق فرانس ٹریول GmbH آپ کی خدمت میں پیش پیش دنیا بھر میں کسی بھی جگہ خوشگوار فضائی سفر کے لئے خصوصی رعایت کے ساتھ سستی اور یقینی نشستوں کے حصول کے لئے ہماری خدمات سے فائدہ اٹھائیں۔ اور اس ضمن میں ہم سے جلد اور فوری رابطہ کریں تا کہ پریشانی سے بچا جا سکے۔

نوٹ: ارزاں ٹکٹوں کے ساتھ ہمارے ہاں اکثر زبانوں میں ترجمہ (Uebersetzung) کی سہولت بھی موجود ہے۔ ہم آپ کی خدمت کے منتظر ہیں۔

Kaiser str . 64 Kaiserpassage 41 - 60329 Frankfurt / M

Tel: 069-24277977 + 069-24450992 = Fax : 069-230600

قرآنی تاریخ اور عوامی فیصلے

(دوست محمد شاھد ۔مورخ احمدیت)

کتاب اللہ ہر نوع کے علوم کا غیر محدود خزانہ ہے۔ ؎

یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالَم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا

قرآنی تاریخ سے یہ حقیقت سورج سے بھی زیادہ روشن ہوکر ہمارے سامنے آتی ہے کہ خدائی جماعتوں کو مٹانے کے لئے بولہبی اور فرعونیت نے ہمیشہ عوامی فیصلہ کو سب سے قوی ہتھیار سمجھ کر استعمال کیا مگر وہ بالآخر تار عنکبوت ثابت ہوا۔سورۃ الشعراء سے پتہ چلتا ہے کہ نبیوں کے مخالف مذہبی اور سیاسی لیڈر ازراہ تمسخر ربّانی جماعتوں کو ''شر ذمۃ قلیلۃ''یعنی معاشرہ سے الگ تھلگ اقلیت قرار دیتے اور پبلک میں ان کا خوب مذاق اڑاتے تھے۔ان خدا ناترسوں نے خدا کے پاک نفس بندوں کو وطن اور ملت سے خارج کرنے کے لئے ہمیشہ یہ بہانا تراشا کہ ﴿اِنَّھُمْ اُنَاسٌ یَّتَطَھَّرُوْنَ﴾۔(سورہ اعراف :83۔النمل :157)

یعنی یہ لوگ اپنے تئیں پاک باز بنتے ہیں اور پبلک کو دھوکہ دینے کے لئے''اسلام'' کا منافقانہ روپ دھارے ہوئے ہیں لہٰذا ان کا وجود ہمارے لئے ناقابل برداشت ہے ہم اپنی ملت اور وطن دونوں سے انہیں خارج کئے بغیر دم نہیں لیں گے ۔(قرآنی اصطلاح میں ہر نبی کا مذہب اسلام ہی تھا)۔

پاکستانی مُلاّؤں (خصوصاً زاہد الراشدی) نے بالکل اسی بنیاد پر''فرعون وقت'' کے جاری کردہ اسلام کے خلاف باغیانہ اور سراسر ناجائز اور رسوائے عالم آرڈیننس (مجریہ 26اپریل 1984ء) کے حق میں وسیع پیمانہ پر پراپیگنڈا کیا کہ یہ فیصلہ پاکستانی عوام کی امنگوں اور خواہشات کے عین مطابق ہے ۔جس کے نتیجہ میں پوری مسلم دنیا صحیح اسلامی حکومت کی ارضی و سماوی برکات سے فیضیاب ہو گی اور اسی بناء پر اس بدبخت طائفہ نے ضیاء الحق کی شان میں زمین و آسمان کے قلابے ملا کر ملک بھر میں جشن عام منایا۔

ازاں بعد ؎

چہ دلا وراست دزدے کہ بکف چراغ دارد

ضیاء الحق کے خلافِ شریعت نہایت ظالمانہ اور ناپاک آرڈیننس کے خلاف جہاں پاکستان کے محبّ وطن شرفاء نے زبردست صدائے احتجاج بلند کی وہاں ملاّؤں کو وارثین رسول کا درجہ دینے والے بے دین اور حقیقی اسلام سے بیزار دشمن عوام نے اذانوں، مسجدوں اور شعار اسلامی پر پابندیوں کا عدیم المثال پُر جوش خیر مقدم کیا ۔لادین عوامی حلقوں کی زبردست پذیرائی دیکھ کر مکفّر مُلاّں کی خوشیوں کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔اوراس کے قلبی تاثرات بزبان حال پکار اٹھے۔ ؎

دل خوش ہوا ہے مسجد ویراں کو دیکھ کر
میری طرح خدا کا بھی خانہ خراب ہے

وجہ یہ کہ سجدہ گاہوں کو اپنے آنسوؤں سے تر کرنے والے تو پاکستان بھر میں خدا کے مقرب بندے احمدی تھے ۔انہی سے فضائیں ذکر الٰہی سے معطر تھیں اور انہی سے مساجد کی رونق تھی ۔دوسری طرف آخری زمانہ کے عوام اور ان کے ملاّؤں کی عالیشان مساجد کو خاتم الانبیاء ﷺ نے خرابات قرار دیا تھا۔(روایت حضرت علی منقولہ مشکوٰۃ) نیز تیرہ سو برس قبل آسمانی عدالت سے یہ فیصلہ صادر ہو چکا تھا کہ

''یَاتِی عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ یَحجُّوْنَ وَ یُصَلُّوْنَ وَ یَصُوْمُوْنَ وَ مَا فِیْھِمْ مُوْمِنٌ۔''یعنی لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ وہ حج کریں گے اور نمازیں پڑھیں گے اور روزے رکھیں گے مگر ان میں کوئی مومن نہیں ہوگا۔

(در روایت حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص منقولہ فوائد شعیب الحرانی بحوالہ مطابقۃ الاختراعات العصریہ لما اخبربہ سید البریہ صفحہ 96تالیف احمد النماری الحسن۔ ناشر مکتبہ قاہرہ 1387ھ مطابق 1968ء)

عوام پرستی کا عبرتناک حشر

پاکستانی ملاّؤں کا نصب العین دوسری تحریکوں کی طرح احمدیت کے خلاف ایجی ٹیشن میں بھی خدا پرستی کی بجائے عوام پرستی ہی تھا اس لئے نام نہاد 'تحفظ ختم نبوّت' کی 'برکات' کا بیس سال بعد اس رنگ میں ظہور ہو رہا ہے کہ پاکستانی عوام جو شریعت سے تو پہلے بیزار تھے اب اخلاق و انسانیت سے بھی محروم ہو چکے ہیں ۔جس عوامی فیصلہ نے احمدیوں کو پکا غیر مسلم اور دوسرے 'مسلمانوں' کو ابدال،غوث،اولیاء اور اقطاب بنا ڈالا تھا اب ملاّؤں سمیت پورے معاشرہ کی کشتی ہلاکت آفرینیوں کی زد میں آچکی ہے جس کا دردناک نقشہ اخبار دن (12مارچ ۲۰۰۴ء صفحہ 11) میں ایک محبّ وطن کے قلم سے ملاحظہ ہو۔:

''پیسے کے لئے لوگ قتل و غارت کر رہے ہیں۔ بھائی بھائی کا گلا کاٹ رہا ہے ......ملازمت کے لئے اسے رشوت دینا پڑتی ہے اگر اس کے پاس پیسے نہ ہوں تو وہ چوری ڈاکے کے علاوہ اور کوئی کام نہیں کر سکتا۔نشہ آور چیزوں کا استعمال بڑھتا جا رہا ہے ۔لوگ احترام کے ساتھ اذانیں تو نہیں سن لیتے لیکن نماز ادا کرنے کے لئے دو قدم مسجد کی طرف نہیں چل سکتے اس کی وجہ مساجد بھی بس نام ہی کی رہ گئی ہیں۔

مسجدوں کی جگہ سینما تعمیر کئے جا رہے ہیں۔فحش فلمیں بنائی جا رہی ہیں اور دیکھی جا رہی ہیں۔نعت اور تلاوت کی جگہ گانے سنے جا رہے ہیں ۔مسلمانوں کی کشتی پھنستی چلی جا رہی ہے۔'

اخبار کے اس صفحہ پر جہلم کے ایک ممتاز شہری حکیم افتخار یوسف زئی کے قلم سے یہ عبرتناک مکتوب بھی سپرد اشاعت ہوا ہے۔

''قرآن شریف کی سورۃ الانعام آیت 42 میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے''ہم نے تم سے پہلے بھی امتوں کی طرف پیغمبر بھیجے ،پھر ان کی نافرمانی کے سبب ہم انہیں سختیوں اور تکلیفوں میں پکڑتے رہے تاکہ عاجزی کریں۔''ویسے تو اب کتنے مسلمان ہیں جو علم و آگاہی کے لئے قرآن پڑھتے ہیں ۔اب تو اکثر بدبختوں کے پاس ثواب اور نجات اخروی کے لئے بھی پڑھنے کا وقت نہیں اور ہو بھی کیسے ۔خرافات و لغویات سے فرصت ملے تو اسے پڑھیں اس پر غور کریں ۔اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا''جب ان پر ہمارا عذاب آتا رہا کیوں نہیں عاجزی کرتے رہے مگر ان کے دل تو سخت ہو گئے تھے اور جو کام کرتے تھے شیطان ان کو (ان کی نظروں میں) آراستہ کر کے دکھاتا تھا (43) اور آج ہم ان لوگوں کے برابر ہیں جن کو راہ راست پر لانے کے لئے یہ آیات نازل ہوئی تھیں لیکن انہوں نے اپنی راہیں نہ بدلیں اور آج ہم بھی شیطانی راہوں پر تیزی سے چل رہے ہیں۔''(اخبار دن 12مارچ 2004ء صفحہ 11)

محفل اُن کی ساقی اُن کا
آنکھیں میری باقی ان کا

عوامی فیصلہ کو آسمانی صحیفہ سمجھنے والے مذہبی لیڈروں کے سیاہ کارنامے

آپ ''عوامی فیصلہ'' کے ''عوامی ثمرات'' کا نظارہ فرما چکے ہیں اب اس فیصلہ کے ھیرو (جنہوں نے اس فیصلہ کو 72 فرقوں کے اتحاد و اجماع کے روح پرور نظارہ سے تعبیر کیا تھا) آجکل ''امت محمدیہ'' کی وحدت اور اتفاق کو کس طرح استحکام بخشنے میں کوشاں ہیں؟

اس کا خلاصہ جناب شرافت حسین صاحب اسسٹنٹ ڈائریکٹر تعلقات عامہ سرگودہا کے الفاظ میں پڑھئے (یاد رہے یہی وہ سرگودہا شہر ہے جس کی احمدیہ مسجد ،رفاہی ادارہ محمود میڈیکل سنٹر اور متعدد معصوم احمدیوں کو ''اجماع امت'' کی برکتوں کے نام پر اس وقت کے وزیر اعلیٰ حنیف رامے صاحب کی شہر میں موجودگی کے دوران جلا کر خاکستر کر دیا گیا) بہر کیف جناب اسسٹنٹ ڈائریکٹر تعلقات عامہ سرگودہا رقمطراز ہیں''امام حسین علیہ السلام ......نے دین اسلام کے احیاء اور سربلندی کے لئے جانوں کا نذرانہ دے کر اخوت و یگانگت کا پیغام دیا اور ہم تفرقہ بازی اور ایک دوسرے کو کفر کے فتوے دینے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے اور آخر کار اپنی فرقہ واریت کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے مسلمان بھائیوں کا خون کرنے پر اُتر آتے ہیں ......ہم اپنی کشتی میں خود ہی سوراخ کر کے اپنی تباہی کا سامان پیدا کر رہے ہیں۔''

(روزنامہ دن 21فروری 2004ء صفحہ 2کالم 2)

آہ!! ''عوامی فیصلہ'' کی گھٹا ٹوپ گھٹاؤں میں بھٹکنے والوں کی عشوہ طرازیاں دیکھی نہیں جاتیں۔تباہی کے کنارے تک پہنچ چکے ہیں مگر ناصح کی یہ آواز بھی سن کر ان سُنی کر رہے ہیں۔ ؎

جنہیں حقیر سمجھ کے بجھا دیا تو نے
وہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہو گی

نوحہ امت اور مہدی موعود کے لئے چیخ و پکار

بھٹو کے عوامی فیصلہ کے دو سال بعد ہی پاکستانی معاشرہ ایسی اخلاق سوز اور ننگ انسانیت صورت حال سے دوچار ہو گیا کہ جناب عبدالعزیز خالد (ولادت 15 جنوری 1927ء) جیسے صاحب طرز نعت گو شاعر کو مہدی موعود کے لئے چیخ و پکار کرتے ہوئے تڑپ اٹھے اور جماعت احمدیہ کے خلاف عوامی فیصلہ کا ڈھونگ رچانے والے 72 فرقوں پر نوحہ خوانی کرتے ہوئے یہانتک لکھنا پڑا۔ ؎

وہ ملت کہ ہے خیر امم
قاروں بنی یکدم جو بے رنج و تعب
کٹتے ہیں دن اس کے بساط دہر پر
بے گریہ صبح و نیاز نیم شب
تاریخ کے اوراق خون آلود ہیں
قیمت انسان کی جب تھی نہ اب
ہم مہدی موعود کے ہیں منتظر
طالع ہو جانے ساعت دیدار کب
گردوں سے کب ہو گا مسیحا کا نزول
دجال کے غلبے کے آثار سب
پھر ہو کسی فاروق اعظم کا ظہور
دیتا ہے لَو پھر سے شرار بولہب
سوز نفس سے کل نہیں پڑتی مگر
مانع ہے عرضِ حال سے ادب
میں نوحہ خواں ہوں امت مرحومہ کا
میری المنا کی نہیں ہے بے سبب

(جنگ 22مارچ 1976ء)

کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ پاکستان کے مسلمان اپنے ''عوامی فیصلہ'' کے خطرناک نتائج و عواقب پر سنجیدگی سے غور کریں اور مہدی دوراں کی اس صدائے ربانی پر کان دھریں۔ ؎

سر کو پیٹو آسماں سے اب کوئی آتا نہیں
عمر دنیا سے بھی اب آگیا ہفتم ہزار

BELA BOUTIQUE

ہر موسم اور موقع کے لئے زنانہ ملبوسات ،فینسی سینڈلز،
مردانہ سوٹ ،اچکن ،پرنس سوٹ اور کھلا کپڑا
اس کے علاوہ کپڑوں کی سلائی اور مرمت Anderung کا مکمل انتظام ہے

Kaiser Str. 64 (Kaiserpassage-Laden 31-33) 60329 Frankfurt (Germany)

Tel: 069-24279400 - e:mail- BELAboutique@aol.com

ساؤتھ افریقن ممالک کے
پہلے ریجنل جلسہ سالانہ کا کامیاب وبابرکت انعقاد

(ظهير احمد كهوكهر ۔مبلغ سلسله ساؤته افريقه)

ساؤتھ افریقن ممالک یعنی ساؤتھ افریقہ، سوازی لینڈ، لیسوتھواور نمیبیا کی تاریخ میں یہ پہلا واقعہ ہے کہ ان ممالک کا پہلا ریجنل جلسہ سالانہ یکم مئی 2004ء کو جنوبی افریقہ کے سب سے بڑے اور مرکزی شہر جوہانسبرگ میں منعقد ہوا۔الحمدللہ

ساؤتھ افریقہ میں یوں تو جماعت احمدیہ کا قیام کافی عرصہ قبل ہو چکا تھا لیکن یہاں کے نسلی امتیاز کے قوانین کی وجہ سے مرکزی مبلغین کی باقاعدہ آمد نہ ہو سکی۔1994ء میں اس ملک کو آزادی حاصل ہوئی اور نسلی امتیاز کے قوانین ختم ہوئے اور اقلیت سفید فام باشندوں کی جگہ اکثریت سیاہ فام باشندوں کی حکومت قائم ہوگئی اور ہمارے مرکزی مبلغین بھی یہاں آنا شروع ہوئے اور اسی ملک کے تحت براعظم افریقہ کے تین جنوبی ممالک ساؤتھ افریقہ کے سپرد کئے گئے۔اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی عالمی بیعت کے ٹارگٹ کے نتیجہ میں ان تینوں ممالک میں احمدیت کا پودا لگا اور خدا کے فضل سے کثرت سے بیعتیں حاصل ہونا شروع ہوگئیں۔جنوبی افریقہ میں جماعت کا ہیڈ کوارٹر کیپ ٹاؤن میں واقع ہے اور یہ اس ملک کا انتہائی جنوب مغربی کنارہ ہے اور براعظم افریقہ کا انتہائی جنوبی کنارہ ہونے کے ساتھ ساتھ دنیا کا بھی کنارہ ہے۔اور جماعت احمدیہ کا جلسہ سالانہ گزشتہ چالیس سال سے یہاں منعقد ہو رہا ہے۔

ہمسایہ ممالک خصوصاً سوازی لینڈ اور لیسوتھو (Lesotho) میں جماعت احمدیہ قائم ہوجانے کی وجہ سے انکی تربیت کے لئے ضروری سمجھا گیا کہ وہ بھی کثرت سے جلسہ میں شامل ہوں۔اور جماعت احمدیہ کے بھائی چارہ اور آپس کی محبت کے ماحول کو دیکھیں۔اگرچہ گزشتہ سالوں سے ان ممالک کے چند افراد کیپ ٹاؤن جلسہ میں شامل ہوتے رہے لیکن دور (یعنی سوازی لینڈ دو ہزار کلومیٹر اور لیسوتھو 12 سو کلومیٹر) ہونے کی وجہ سے اکثر افراد محروم رہ جاتے تھے۔چنانچہ ان افراد کو اس روحانی ماحول سے فیضیاب کرنے کی خاطر یہ فیصلہ کیا گیا کہ جوہانسبرگ مرکزی شہر میں ایک ریجنل جلسہ منعقد کیا جائے اور خصوصاً ان دونوں ممالک جہاں نو احمدیوں کی تعداد زیادہ تھی سے اس مرکزی شہر کا فاصلہ پانچ صد کلومیٹر تھا۔چنانچہ دونوں ممالک کے مشنریز کے مشورہ کے بعد مورخہ یکم مئی 2004ء کو ریجنل جلسہ کی تاریخ کا اعلان کر دیا گیا۔یہ چونکہ جوہانسبرگ مشن ہاؤس میں پہلا بڑا اجتماع تھا۔خدا تعالیٰ کے فضل سے تمام افراد جماعت نے نہایت محنت، جانفشانی اور بشاشت کے ساتھ کئی دن پہلے اسکی تیاری شروع کردی تھی اور مشن ہاؤس میں جلسہ گاہ کی خاطر درختوں کی کٹائی اور صفائی، وقارعمل کے ذریعہ کی گئی۔اور اسی طرح مشن ہاؤس کے رنگ و روغن کا کام بھی وقارعمل کے ذریعہ کیا گیا اور تمام افراد جماعت میں زندگی کی ایک نئی لہر دوڑنے لگی۔

بالآخر وہ تاریخی لمحات آن پہنچے جب ہمسایہ ممالک کے نو احمدی پہلی بار کسی جلسہ سالانہ میں ایک وفد کی صورت میں جوہانسبرگ پہنچے۔30اپریل شام چھ بجے لیسوتھو کا وفد شہر میں داخل ہوا۔وہاں سے مکرم صدر صاحب جماعت کی رہنمائی میں یہ وفد مشن ہاؤس پہنچا۔مشن ہاؤس میں خاکسار اور دیگر افراد جماعت نے ان کا پُرتپاک استقبال کیا اور کچھ ہی دیر بعد سوازی لینڈ کا وفد بھی مشنری صاحب اور علاقہ کے چیف کے ہمراہ مشن ہاؤس پہنچ گئے اور انکا پُرجوش استقبال کیا گیا۔اس کے بعد تمام مہمانوں کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا اور بعد ازاں نماز مغرب وعشاء جمع کر کے پڑھائی گئیں۔ان تمام مہمانوں کی رہائش کا انتظام مشن ہاؤس اور قریبی احمدی گھر میں کیا گیا تھا۔

یکم مئی کو نماز فجر کے بعد قرآن کریم کا درس دیا گیا۔اور ساتھ ساتھ لیسوتھو ملک کی زبان میں ترجمہ بھی کیا جاتا رہا۔درس کے بعد تمام مہمانوں کی خدمت میں ناشتہ پیش ہوا۔دس بجکر تیس منٹ پر جلسہ کی کاروائی مکرم رشید یارگ صاحب، نیشنل سیکرٹری مال کی زیرصدارت شروع ہوئی۔اجلاس کا آغاز تلاوت قرآن کریم اور نظم سے ہوا۔اس کے بعد صدر اجلاس نے تمام مہمانوں کو خوش آمدید کہا۔

اجلاس اول کی پہلی تقریر امریکہ سے تعلق رکھنے والے ایک نوجوان کی تھی جو ساؤتھ افریقہ میں بزنس کر رہے ہیں۔انکی تقریر کا موضوع ’’مسیحیت سے اسلام کی طرف سفر‘‘ تھا اور انہوں نے نہایت موثر رنگ میں اپنے احمدی ہونے کا ذکر کیا اور مسیحیت اور اسلام کا موازنہ بھی کیا۔تمام تقاریر کا دو زبانوں میں ساتھ ساتھ ترجمہ بھی کیا جاتا رہا۔ان کے بعد دوسری تقریر مکرم ڈاکٹر حماد عاصم صاحب کی تھی انکا موضوع ’’حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کے چند واقعات‘‘ تھا۔

اس طرح دوپہر ایک بجے اجلاس اوّل کا اختتام ہوا لجنہ کا علیحدہ اجلاس بھی منعقد ہوا۔جس کی صدارت محترمہ ڈاکٹر عالیہ عصمت صاحبہ نے کی۔

جلسہ سالانہ کے اختتامی اجلاس کی صدارت خاکسار ظہیر احمد کھوکھر نیشنل پریذیڈنٹ ومشنری انچارج نے کی۔تلاوت قرآن کریم کے بعد اردو نظم پڑھی گئی۔اور پہلی تقریر بعنوان ’’جلسہ سالانہ کی اہمیت‘‘ مکرم عباس بن سلیمان صاحب مشنری سوازی لینڈ کی تھی۔دوسری تقریر مکرم چوہدری اعجاز احمد صاحب کی تھی۔انکا موضوع ’’آنحضرت ﷺ کا طرز زندگی‘‘ تھا۔اس کے بعد دو معزز مہمان مقررین نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

ایک مجلس سوال و جواب بھی منعقد کی گئی۔قریباً دو گھنٹے مجلس جاری رہی۔سوالات کا جواب دینے کے لئے مکرم داؤد صادق صاحب مشنری لیسوتھو، عباس بن سلیمان صاحب، ڈاکٹر حماد عاصم صاحب اور خاکسار پینل کے ممبر تھے۔آخر پر مکرم ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب نے تمام مہمانوں اور منتظمین کا شکریہ ادا کیا۔اس کے بعد خاکسار نے اختتامی خطاب کے طور پر حضرت مسیح موعودؑ کی دعائیں جلسہ سالانہ کے مہمانوں کے لئے پڑھ کر سنائیں اور جلسہ سالانہ کی اہمیت کو بیان کیا اور اختتامی دعا کروائی۔اس طرح ساؤتھ افریقن ممالک کی تاریخ کا پہلا ریجنل جلسہ سالانہ بخیروخوبی اختتام کو پہنچا۔اس جلسہ میں 9 ممالک سے احباب نے شرکت کی۔

جلسہ کے بعد مختلف احباب سے ان کے تاثرات معلوم کئے گئے۔تمام مہمان خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت خوش تھے اور یہ ان کے لئے پہلا موقعہ تھا کہ وہ کسی مسلم اجتماع میں شامل ہوئے تھے۔بعض نے تو یہ بیان کیا کہ یہاں آنے سے قبل ہمیں بعض لوگوں نے روکنے کی کوشش کی کہ تم لوگ مسلمانوں کے ساتھ جا رہے ہو۔یہ تم کو ماردیں گے۔لیکن ہم نے ان کی کوئی پرواہ نہیں کی اور ہمیں جلسے کا شوق یہاں کھینچ لایا اور ہم حیران ہیں کہ کسطرح مختلف رنگوں اور مختلف زبانوں والے لوگ نہایت محبت سے ایک دوسرے سے مل رہے ہیں۔

بعض لوگوں نے کہا کہ یہ پہلی دفعہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ براؤن رنگ والے (یعنی انڈین، پاکستانی) سیاہ فام لوگوں سے اتنی محبت سے مل رہے ہیں۔ سوازی لینڈ کے ایک علاقے کے چیف اور انکی بیوی سے ان کے تاثرات پوچھے تو کہنے لگے کہ اب ہم اگلے جلسے کا انتظار کر رہے ہیں کہ کب ہم دوبارہ جلسہ پر آئیں گے اور ہم بہت خوش ہیں۔

2 مئی کو سوازی لینڈ اور لیسوتھو کے وفود واپس اپنے اپنے ملکوں کو روانہ ہوگئے۔اس موقعہ پر تمام حاضرین اور مہمانوں کے گروپ فوٹوز بھی بنائے گئے۔

منتخب اشعار

جو تصور میں سدا رہتا ہے
یاد سے کیسے اُتر جائے گا

ظلم جو ڈھاتا ہے مظلوموں پر
ایک دن وہ بھی تو مر جائے گا
ظلم کے داغ ہیں چہرے پہ ترے
آئینہ دیکھا تو ڈر جائے گا

محبت سے بھرا جب نامۂ الطاف یار آیا
تو پیار اپنے مقدّر پر مجھے بے اختیار آیا
ہمارے دشمنوں کو ناز ہے ایذا رسانی پر
ہم اپنی خو نہ بدلیں گے جو عہد ساز گار آیا

تمام عالمِ انسانیت ہے خون آلود
لہو کے رنگ میں ڈوبے ہیں شش جہات کے رنگ

جلوہ وہی نظر میں ہے گزریں جدھر سے ہم
مسحور ہو چکے ہیں کسی کی نظر سے ہم
لایا کھینچ کھینچ کے اکثر یہ جذب حسن
گزرے ہیں بار بار تری رہ گزر سے ہم
آنکھوں کو آج تک کسی جلوے کی ہے تلاش
مانوس بے سبب نہیں برق و شرر سے ہم

خواہش غرقابیٔ بحرِ محبت کچھ نہ پوچھ
سامنے ساحل، مگر بیزار ہیں ساحل سے ہم
اس طرف خودداریٔ عشق، اُس طرف تمکینِ حسن
کچھ تو منزل دُور ہے، کچھ دُور ہیں منزل سے ہم
دور ہو منزل تو لطف سعیٔ بے پایاں بھی ہے
شوق ہو رہبر تو پھر نزدیک ہیں منزل سے ہم

پڑ جاتی ہے جب اُن کی نگاہِ قدرانداز
ناقص بھی دکھاتے ہیں کمالات کا عالم
ہے پیش نظر اُن کی عنایات کی بارش
کیوں ہیچ نظر آئے نہ برسات کا عالم
ہم خاک نشیں مظہر انوارِ خدا ہیں
ذرّوں میں جھلکتا ہے سماوات کا عالم
ہر لفظ پہ کاشانۂ دل گونج رہا ہے
ہے اُن کی ہر اک بات میں نغمات کا عالم

چین سے سونا مبارک ہو انہیں
اپنی قسمت میں ہیں شب بیداریاں
پھر ترقی پر ہے جوشِ شوقِ دید
بڑھ چلیں پھر ان کی پردہ داریاں

(ماخوذ از کتاب ’’شکست یاس‘‘
از سلیم شاہجہانپوری)

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission
Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years
Free management Service
Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF
Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

THOMPSON & CO SOLICITORS

Consult us for your legal requirements
such as Immigration & Nationality,
Conveyancing & Employment,
Welfare Benefits, Personal Injury,
Family & Ancillary Proceedings,,
Wills & Probate, Criminal Litigation .

Contact:
Anas A.Khan, John Thompson Solicitors
1st floor 48 Tooting High Street
London SW17 0RG
Tel: 020 8333 0921+020 8767 5005
Fax: 020 8871 9398
Mobile: 0780-3298065

بقیه: رپورٹ دورہ حضور انور ایدہ اللہ
از صفحہ نمبر ۱۶

اجتماعی دعا کے بعد بیت الرشید ہمبرگ سے بیت السبوح فرینکفورٹ کے لئے روانگی ہوئی۔ روانگی کے وقت بچے کورس کی شکل میں نظم:

''جاتے ہو میری جان خدا حافظ و ناصر''

پڑھ رہے تھے۔ ہمبرگ سے فرینکفورٹ کا فاصلہ پانچ صد کلومیٹر سے کچھ زائد ہے۔ پونے تین بجے 225 کلومیٹر کا فاصلہ طے کرنے کے بعد Goettingen کے علاقہ میں ہائی وے کے اوپر قریباً پون گھنٹہ رُکے جہاں جماعت نے ایک ریسٹورنٹ میں ریفریشمنٹ کا انتظام کیا ہوا تھا۔

شام سات بجے کے قریب یہاں سے دوبارہ سفر شروع ہوا اور پونے نو بجے بخیریت عافیت قافلہ بیت السبوح فرینکفورٹ پہنچا جہاں لوکل امیر فرینکفورٹ اور دیگر جماعتی عہدیداروں نے حضور انور کا استقبال کیا۔ مقامی جماعت کے احباب مرد و زن استقبال کے لئے موجود تھے۔ حضور انور نے سب کو السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا۔ احباب نے نعرہ ہائے تکبیر بلند کئے۔ حضور نے ہاتھ ہلا کر نعروں کا جواب دیا اور منتظمین سے نماز کے وقت کے بارہ میں دریافت فرمایا اور اپنی رہائشگاہ تشریف لے گئے۔

8:50 پر حضور انور نے بیت السبوح میں مغرب وعشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں۔

29 / اگست بروز اتوار:

صبح 5:40 پر حضور انور نے ''بیت السبوح'' فرینکفورٹ میں نماز فجر پڑھائی۔

دس بجے حضور انور دفتر تشریف لائے اور دفتری ملاقاتیں فرمائیں۔ سوا گیارہ بجے فیملی ملاقاتوں شروع ہوئیں جو دوپہر سوا دو بجے تک جاری رہیں۔ جرمنی کی مختلف جماعتوں کی 49 فیملیز کے 204 افراد نے حضور انور سے شرف ملاقات حاصل کیا۔ ملاقات کرنے والی فیملیز میں پاکستان، ڈنمارک اور بھارت سے آنے والی بعض فیملیز بھی شامل تھیں۔

ملاقاتوں کے بعد حضور انور نے بیت السبوح میں ظہر وعصر کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں۔ نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور انور اپنی رہائشگاہ تشریف لے گئے۔

سوا پانچ بجے حضور اپنے دفتر تشریف لائے اور فیملی ملاقاتیں فرمائیں جو سات بجے تک جاری رہیں۔ جرمنی کے مختلف ریجنز سے آنے والی 36 فیملیز کے 156 افراد نے حضور انور سے ملاقات کی سعادت حاصل کی۔ اس کے علاوہ پاکستان، USA اور ناروے سے آنے والی فیملیز نے بھی ملاقات کا شرف حاصل کیا۔

سوا سات بجے چلڈرن کلاس شروع ہوئی جس میں حضور نے بنفس نفیس شمولیت فرمائی۔ اس کلاس میں 51 اطفال اور 53 ناصرات نے شرکت کی۔

تلاوت قرآن کریم سے آغاز ہوا۔ عزیزم سجیل احمد نے سورۃ الحشر کی آیت نمبر 23 تا 25 کی تلاوت کی اور عزیزم اعزاز احمد نے ان آیات کا اردو ترجمہ پڑھ کر سنایا۔ اس کے بعد حضور انور نے ان آیات میں بیان شدہ مضمون اور معانی کے بارہ میں بچوں سے سوالات دریافت فرمائے۔

اس کے بعد حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کی سیرت کے موضوع پر عزیزم رحمت بشیر جنجوعہ نے تقریر کی۔ حضور انور نے حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ کی سیرت کے تعلق میں بچوں سے مختلف سوالات دریافت فرمائے۔ جن کے بچوں نے جواب دئے۔ بعد ازاں عزیزم علی خان نے نظم 'محمود کی آمین' سے چند اشعار ترنم کے ساتھ پڑھ کر سنائے۔ پروگرام کے آخر پر اطفال اور ناصرات کے مابین بیت بازی ہوئی اور حضور نے اس کلاس میں حصہ لینے والے تمام بچوں اور بچیوں میں تحائف تقسیم فرمائے۔ اس طرح سوا آٹھ بجے شام یہ کلاس اختتام پذیر ہوئی۔

اس کے بعد ''تقریب آمین'' ہوئی جس میں 26 بچوں اور 17 بچیوں نے شرکت کی۔ حضور انور ایدہ اللہ نے باری باری ہر بچے سے قرآن کریم سنا اور آخر پر دعا کروائی۔ آمین کی یہ تقریب آٹھ بج کر پچاس منٹ پر ختم ہوئی جس کے بعد حضور نے مغرب وعشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں۔

30 / اگست بروز پیر (سوموار):

صبح 5:40 پر حضور انور نے ''بیت السبوح'' فرینکفورٹ میں نماز فجر پڑھائی۔ دس بجے فیملی ملاقاتیں فرمائیں جو بارہ بجے تک جاری رہیں۔ جرمنی کی مختلف جماعتوں سے تعلق رکھنے والی 34 فیملیز کے 104 افراد نے حضور انور سے ملاقات کی سعادت حاصل کی۔ ملاقات کرنے والوں میں پاکستان اور قادیان سے آنے والے افراد بھی شامل تھے۔

سہ پہر چار بجے حضور انور 'بیت السبوح' فرینکفورٹ سے مسجد 'بیت العزیز' کے افتتاح کے لئے روانہ ہوئے۔ یہ مسجد Riedstadt شہر کے Goddelau علاقہ میں تعمیر کی گئی ہے۔ بیت السبوح فرینکفورٹ سے اس کا فاصلہ 45 کلومیٹر ہے۔ اس علاقہ میں مسجد کی تعمیر کے لئے 1753 مربع میٹر قطعہ زمین اپریل 2000ء میں خریدا گیا تھا۔ اگست 2000ء میں یہاں مسجد کی تعمیر کی اجازت ملی۔ 8/نومبر 2003ء کو مسجد کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ اس طرح ساڑھے نو ماہ کے عرصہ میں اس مسجد کی تعمیر مکمل ہوئی ہے۔ یہ مسجد دو منزلہ ہے۔ تعمیر شدہ حصے کا مجموعی رقبہ 1618 مربع میٹر ہے۔ نیچے کی منزل میں لجنہ کے لئے نماز کی جگہ ہے۔ اس کے علاوہ دفاتر بھی ہیں۔ اوپر کی منزل میں مردوں کے لئے نماز کی جگہ بنائی گئی ہے اور چار کمروں پر مشتمل ایک اپارٹمنٹ بھی تعمیر کیا گیا ہے۔ مسجد میں 333 افراد نماز ادا کر سکتے ہیں۔ مسجد سے ملحقہ جگہوں کو شامل کر کے چار صد افراد کے لئے نماز پڑھنے کی گنجائش ہے۔ یہ مسجد بہت خوبصورت تعمیر ہوئی ہے۔ مسجد کا مینار اور گنبد دور سے نظر آتے ہیں۔ مینارہ کی اونچائی 14 میٹر ہے۔ مسجد کے احاطہ میں 18 کاروں کی پارکنگ کی گنجائش موجود ہے۔

پانچ بجے حضور انور مسجد بیت العزیز پہنچے جہاں جرمنی کی دور دور کی مختلف جماعتوں سے آئے ہوئے ایک ہزار سے زائد افراد نے حضور انور کو خوش آمدید کہا اور والہانہ نعرے لگائے۔ بچے اور بچیاں خوبصورت لباس میں ملبوس کورس کی شکل میں استقبالیہ نغمے پڑھ رہی تھیں۔ حضور انور نے سب کے پاس سے گزرتے ہوئے اپنا ہاتھ بلند کر کے سب کو السلام علیکم کہا۔

پانچ بج کر دس منٹ پر حضور انور نے مسجد بیت العزیز میں نماز ظہر وعصر جمع کر کے پڑھائیں جس کے ساتھ ہی مسجد کا افتتاح عمل میں آیا۔ نمازوں کی ادائیگی کے بعد مکرم امیر صاحب جرمنی نے مسجد کا تعارف کرواتے ہوئے بتایا کہ یہ مسجد اللہ تعالیٰ کے فضل سے ساڑھے نو ماہ میں مکمل ہوئی ہے۔ حضور انور نے ہم کو ایک سال کے اندر پانچ مساجد کی تعمیر کا ٹارگٹ دیا تھا۔ یہ چوتھی مسجد ہے جو مکمل ہوئی ہے۔ الحمدللہ۔ اس مسجد کی تعمیر میں مردوں اور عورتوں نے اتنا کام کیا ہے کہ ہم اس کو شمار نہیں کر سکتے۔ دن رات کام ہوا ہے اور کل رات بھی دیر تک کام ہوتا رہا جس کی وجہ سے ڈائس کا رنگ ابھی تک پوری طرح خشک نہیں ہوا۔ اور آج ہماری یہ سعادت ہے کہ حضور انور اس مسجد کا افتتاح فرما رہے ہیں۔

اس کے بعد وقار عمل کے ذریعہ غیر معمولی اور نمایاں کام کرنے والے احباب جماعت کو حضور انور نے اپنے دست مبارک سے سندات خوشنودی عطا فرمائیں۔

اس کے بعد حضور انور ایدہ اللہ نے ریڈسٹیڈ (Riedstadt) میں مسجد بیت العزیز کے بابرکت افتتاح کے موقع پر احباب جماعت سے درج ذیل خطاب فرمایا۔ تشہد تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد فرمایا:

''الحمدللہ! کہ اس سال میں یہ پانچویں مسجد کا افتتاح ہے یعنی گزشتہ جلسہ جرمنی سے لے کر اس جلسہ تک یہ پانچویں مسجد بنتی ہے۔

حضور نے فرمایا کہ آپ کے حساب سے سال میں پانچ مساجد کے وعدہ کے مطابق پہلی مسجد اس وعدہ میں شامل نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو توفیق دی کہ یہ مسجد تکمیل کو پہنچی۔ اور جیسا کہ امیر صاحب نے ابھی کہا کہ بڑی محنت سے احباب جماعت نے اس کی تعمیر میں حصہ لیا ہے۔ اور آج افتتاح کروانے کے لئے خاص طور پر بڑی محنت کی جس محنت اور خلوص سے آپ نے اس مسجد کی تعمیر میں حصہ لیا ہے یہ عارضی خلوص اور وفا نہیں ہے جو آپ نے ایک کام سرانجام دے دیا اور ختم ہو گیا۔ بلکہ یہ سب کام آپ نے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر کیا ہے اور آئندہ بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے کے لئے کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی پیدائش کا مقصد اپنی عبادت بتایا ہے اور عبادت کے لئے ہم جہاں باجماعت عبادت بجا لاسکیں، نمازوں کا قیام ہو سکے، اس کے لئے ہم مسجدیں بناتے ہیں۔ تو یہ جو مسجد آپ نے اب بنالی ہے اس کی خوبصورتی اور حسن اس وقت تک قائم رہے گا جب تک آپ اس کو آباد رکھیں گے اور اسی محنت، وفا، خلوص اور عاجزی سے اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری بھی کرتے رہیں گے۔ اور اس میں شامل ہوں گے اور آئیں گے۔ یہاں مجھے بتایا گیا ہے تقریباً 13 خاندان ہیں جو اس علاقے میں پانچ سات منٹ کے فاصلے پر ہیں۔ اُن کے لئے کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ فجر کی نماز پر آسکتے ہیں۔ عشاء کی نماز پر بھی آسکتے ہیں، اگر سارا دن کام کے دوران کچھ لوگ نہ آسکیں تو مغرب، عشاء اور فجر کی تین نمازوں میں بہر حال حاضری اچھی ہونی چاہئے۔ لیکن ظہر وعصر کے لئے بھی مسجد کو بہر حال کھلنا چاہئے اور جو بھی امام الصلوٰۃ مقرر ہو اس کا فرض ہو گا کہ وہ آئے اور مسجد کو کھولے اور یہاں نماز باجماعت کا اہتمام کرے۔

حضور انور نے فرمایا وہ نماز ہی ہے اور عبادت ہی ہے جس سے آپ اللہ تعالیٰ کی رضا بھی حاصل کرتے ہیں اور اپنا ذاتی فائدہ بھی حاصل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ﴿اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾۔ آج کل اکثر لوگ شکایت کر رہے ہوتے ہیں کہ جی ہمیں دل کی تکلیف ہو گئی ہے۔ ہمیں فلاں بیماری ہو گئی ہے، ڈپریشن ہو گیا، مایوسی کا شکار ہوئے ہوتے ہیں تو اگر ان سب چیزوں سے چھٹکارا حاصل کرنا ہے تو اس کا ایک علاج اللہ تعالیٰ نے بتا دیا ہے کہ جو تمہاری پیدائش کا میں نے مقصد بتایا ہے اس پر عمل کرو، میری عبادت کرو۔ اسی سے تم دلوں کا اطمینان بھی حاصل کرو گے۔ ڈاکٹروں نے ریسرچ

دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کا فیکس نمبر

احباب کی اطلاع کے لئے تحریر ہے کہ دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کا فیکس نمبر حسب ذیل ہے:

Fax Number for Private Secretary's Office

(44) + (0) 20 8870 5234

fozman foods

BUYING GROUP FOR GROCERS & C.T.N. SHOPS

2 SANDY HILL ROAD, ILFORD, ESSEX

TEL: 020 8553-3611

(Research) کی ہے کہ صبح جو جلدی اٹھنے والے ہیں ان میں بہت کم Percentage ہوتی ہے جن کو دل کی بیماریاں ہوتی ہیں۔تو اس کا مطلب ہے کہ عبادت گزار جتنے ہوں گے اللہ تعالیٰ کی رضا کا مقصد تو وہ حاصل کر ہی رہے ہوں گے جو ہمارا بنیادی مقصد ہے۔اپنی ذاتی صحت کا بھی خیال رکھ رہے ہوں گے۔ اس لئے مسجد کو آباد رکھیں اور عبادت بجالانے کی کوشش کریں اس طرح آپ بہت ساری بیماریوں سے بھی نجات پائیں گے اور آپ کے دل کو بھی اطمینان حاصل ہوگا۔تو اس طرف خاص توجہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے تمام احکامات بجالانے کی کوشش کریں اور اس میں یہ بھی حکم ہے کہ بندوں کے جو حقوق ہیں وہ بھی ادا کرو۔ تو اس چھوٹی سی جگہ پر جو بھی جماعت ہے اس کا یہ بھی فرض بنتا ہے کہ یہ مسجد جو آپ نے بنائی ہے یہ ایک امن کا نشان بھی ہے ایک Symbol بھی ہے۔اس لئے پہلا فرض آپ کا بنتا ہے کہ آپس میں بھی محبت ، پیار ،اخوت اور بھائی چارے سے رہیں۔اور پھر اس ماحول میں ،اس جگہ میں ،اس معاشرہ میں جہاں آپ رہ رہے ہیں وہاں بھی ہر احمدی کی طرف سے یہی اظہار ہونا چاہئے کہ وہ امن کو پھیلانے والا اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے والا اور بندوں کی خدمت کرنے والا ہے۔بعض لوگ ملاقاتوں کے دوران کہہ دیتے ہیں کہ جی نمازیں بھی ہم پڑھتے ہیں پھر بھی تسلّی نہیں ہو رہی۔تو نمازیں اگر پڑھ رہے ہیں تو آپ کی نمازوں کا قصور تو ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ کی بات کبھی غلط نہیں ہو سکتی۔اس لئے اپنی نمازوں کو دیکھیں کہ کیا وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق ادا کی جارہی ہیں۔کیا خالص ہوکر اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جارہی ہے اور خالص ہوکر جب اللہ تعالیٰ کی عبادت انسان کرتا ہے تو پھر وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق بندوں کے بھی حقوق ادا کررہا ہوتا ہے اس لئے ہر احمدی کا یہ فرض بنتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر عمل کریں۔مسجدوں کو آباد کریں۔

جس طرح انہوں نے کہا کہ وقار عمل کے دوران لجنہ نے اور باقی کچھ خدام نے جن کی ڈیوٹی لگی ہوئی تھی انہوں نے آپ کے لئے کھانے پینے کا انتظام کیا جس کی وجہ سے کام میں تیزی پیدا ہوئی۔حضور انور نے فرمایا وہ تو ایک خوراک کا انتظام تھا جو آپ کی ظاہری بھوک مٹانے کے لئے تھا۔اصل میں کام میں تیزی اس لئے پیدا ہوئی کہ آپ کے اندر ان دنوں ایک خاص جذبہ تھا۔اور ایک مومن کا جذبہ عارضی نہیں ہوا کرتا۔جب تک زندگی ہے یہ جذبہ، وفا اور اخلاص کا جذبہ قائم رہنا چاہئے۔اللہ کرے کہ آپ سب میں یہ جذبہ قائم رہے اور اسی جذبہ کے تحت آپ اس مسجد کو بھی ہمیشہ آباد رکھیں اور انسانیت کی بھی خدمت کرتے رہیں۔اللہ تعالیٰ سب کو توفیق دے۔جزاک اللہ۔

خطاب کے بعد حضور انور کچھ دیر کے لئے رہائشی حصہ میں تشریف لے گئے۔اس کے بعد حضور انور نے مسجد کے مختلف حصوں کا معائنہ فرمایا اور بچوں اور بچیوں میں چاکلیٹ تقسیم فرمائے۔اس دوران بچے کورس کی شکل میں خوش الحانی کے ساتھ مختلف نظمیں پڑھتے رہے۔

آخر پر حضور انور نے مسجد کے احاطہ میں ایک پودا لگایا اور دعا کروائی۔اس کے بعد پونے سات بجے شام ''بیت السبوح'' فرینکفرٹ کے لئے روانگی ہوئی۔ پونے آٹھ بجے حضور انور ''بیت السبوح'' پہنچے اور اپنے دفتر تشریف لے آئے جہاں پروگرام کے مطابق فیملی ملاقاتیں شروع ہوئیں جو 8 بجکر 40 منٹ تک جاری رہیں۔جرمنی کی مختلف جماعتوں کی 18 فیملیز کے 93 افراد نے حضور انور سے ملاقات کی سعادت حاصل کی۔ ملاقات کرنے والوں میں پاکستان سے آنے والی فیملیز بھی شامل تھیں۔پونے نو بجے حضور انور نے ''بیت السبوح''میں مغرب وعشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں۔

31 اگست بروز منگل:

صبح پانچ بجکر چالیس منٹ پر حضور انور ایدہ اللہ نے بیت السبوح میں نماز فجر پڑھائی۔دس بجے حضور انور اپنے دفتر تشریف لائے اور فیملی ملاقاتیں شروع ہوئیں جو دوپہر پونے ایک بجے تک جاری رہیں۔جرمنی کی مختلف جماعتوں کی 49 فیملیز کے 228 افراد نے حضور انور سے ملاقات کی سعادت حاصل کی۔ملاقات کرنے والوں میں پاکستان اور ہندوستان سے آنے والے بعض افراد بھی شامل تھے۔

ایک بجکر چالیس منٹ پر حضور انور نے مکرم منشی محمد صادق صاحب مرحوم کی نماز جنازہ حاضر پڑھائی۔منشی محمد صادق صاحب آف سندھ حال جرمنی نے 86 سال کی عمر میں 27 اگست کو صبح سوا آٹھ بجے وفات پائی۔مرحوم موصی تھے۔آپ کو لمبا عرصہ سندھ میں جماعتی خدمات کی توفیق ملی۔1946ء میں آپ کو ناصر آباد سندھ میں حضرت مصلح موعودؓ نے منشی مقرر فرمایا۔1974ء تک آپ کو سندھ میں مختلف جماعتی اسٹیٹس میں خدمت کی توفیق ملی۔1974ء میں ربوہ اور پھر 1999ء میں جرمنی آگئے اور یہیں وفات پائی۔ مرحوم ایک نیک، مخلص اور دعا گو انسان تھے۔اللہ تعالیٰ ان کی اولاد کو ان کی نیکیاں اپنانے کی توفیق دے۔ آمین۔

نماز جنازہ حاضر کے ساتھ حضور انور نے درج ذیل مرحومین کی نماز جنازہ غائب بھی پڑھائی۔

1۔مکرم برکت اللہ منگلا صاحب (آف سرگودھا) آپ کو 21 اگست 2004ء کو رات کے وقت چند شر پسندوں نے گھر میں داخل ہوکر گولیوں کا نشانہ بنایا جس سے آپ موقع پر ہی شہید ہوگئے۔

2۔مکرم نصر اللہ خاں ملہی صاحب۔مربی سلسلہ

آپ نے 28 جولائی 2004ء کو اسلام آباد میں ایک حادثے میں وفات پائی۔آپ کو لیّہ میں اسیر راہ مولیٰ ہونے کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔

3۔مکرم محمد لوئیس مَالا صاحب۔سابق امیر انڈونیشیا

آپ نے 23 اگست 2004ء کو 72 سال کی عمر میں انڈونیشیا میں وفات پائی۔آپ کو 1966ء سے لیکر 2001ء تک مختلف حیثیتوں میں خدمت سلسلہ کی توفیق ملی۔

4۔مکرم چوہدری بشیر احمد صاحب (امیر ضلع شیخوپورہ)

آپ نے مورخہ 7 اور 8 اگست کی درمیانی شب کو شیخوپورہ سے 6 کلومیٹر کے فاصلہ پر ایک حادثہ میں وفات پائی۔آپ مکرم چوہدری انور حسین صاحب سابق امیر ضلع شیخوپورہ کے فرزند تھے اور ان کی وفات کے بعد ضلع شیخوپورہ کے امیر مقرر ہوئے تھے۔

5۔مکرم محمد صدیق صاحب (ڈرائیور خدام الاحمدیہ۔پاکستان) آپ نے 13 اگست 2004ء کو دو ماہ بیمار رہنے کے بعد 75 سال کی عمر میں وفات پائی۔ مرحوم نے 33 سال تک خدام الاحمدیہ پاکستان میں بطور کارکن ڈرائیور خدمات سرانجام دیں۔

6۔مکرم محمود الہ دین (آف کینیڈا)

آپ نے گزشتہ دنوں کینیڈا میں وفات پائی۔آپ مکرم سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب مرحوم آف سکندر آباد کے نواسے تھے۔

7۔مکرم میاں غوث محمد صاحب (آف کیلے ضلع شیخوپورہ) آپ نے 13 مئی 2004ء کو وفات پائی۔ آپ نے قبول احمدیت کے بعد نہایت اخلاص اور وفا کا نمونہ پیش کیا۔آپ تاحیات اپنی جماعت کے صدر رہے اور امامت کے فرائض بھی سرانجام دیتے رہے۔

نماز جنازہ حاضر وغائب کی ادائیگی کے بعد پونے دو بجے حضور انور نے ''بیت السبوح''میں ظہر و عصر کی نمازیں جمع کرکے پڑھائیں۔

چھ بجے شام فیملی ملاقاتیں شروع ہوئیں اس سے قبل حضور انور نے ڈاک ملاحظہ فرمائی اور مختلف دفتری امور کی انجام دہی میں مصروف رہے۔فیملی ملاقاتیں 7:30 بجے تک جاری رہیں۔جماعت جرمنی کی 29 فیملیز کے 103 افراد نے حضور انور سے ملاقات کی سعادت حاصل کی۔ملاقات کرنے والوں میں پاکستان اور ہندوستان کی بعض فیملیز بھی شامل تھیں۔

7:30 بجے جرمنی، بلغاریہ اور kosovo کے مبلغین کے ساتھ حضور انور ایدہ اللہ کی میٹنگ ہوئی۔یہ میٹنگ ایک گھنٹہ جاری رہی۔حضور انور نے مبلغین سے ان کے پروگراموں اور کام کے بارہ میں دریافت فرمایا۔اور ان کی کارگزاری کا جائزہ لیا اور انہیں بڑی تفصیل کے ساتھ تبلیغ اور تربیتی امور کے بارہ میں ہدایات سے نوازا اور انہیں سمجھایا کہ یہ درست ہے کہ موجودہ مغربی معاشرہ میں بہت دقتیں ہیں اور مشکلات ہیں لیکن آپ نے تربیت اور اصلاح احوال کے چیلنج کو قبول کرنا ہے اور انتھک محنت مسلسل کوشش اور دعاؤں کے ساتھ تربیت کرتے رہیں اور سمجھاتے رہیں۔آپ کا کام نصیحت کرنا ہے اور نصیحت کرتے چلے جانا ہے اور ہرگز مایوس نہیں ہونا۔حضور انور نے فرمایا زودرنجی اور تھک جانا اپنی ڈکشنری سے نکال دیں۔میٹنگ کے آخر پر حضور انور نے دعا کروائی اور تمام مبلغین کو شرف مصافحہ بخشا۔مبلغین نے اپنے پیارے آقا کے ساتھ گروپ فوٹو کی سعادت بھی حاصل کی۔

اس کے بعد درج ذیل مختلف شعبہ جات نے حضور انور کے ساتھ تصاویر کھنچوائیں۔شعبہ حفاظت خاص،شعبہ ملاقات،شعبہ مرکزی ضیافت،لوکل امارت کی مجلس عاملہ،لوکل صدران،لوکل ضیافت،شعبہ عمومی اور شعبہ ٹرانسپورٹ، رہائش، نظافت اور وقار عمل۔

تصاویر کے پروگرام کے بعد آٹھ بجکر پچپن منٹ پر حضور انور نے ''بیت السبوح''میں مغرب عشاء کی نمازیں جمع کرکے پڑھائیں۔

(باقی آئندہ شمارہ میں انشاءاللہ)

❁❁❁❁

احمدی شعراء کرام متوجہ ہوں

جماعت احمدیہ عالمگیر کے شعراء اور شاعرات سے درخواست ہے کہ وہ نظارت تعلیم القرآن وقف عارضی ربوہ کو قرآن کریم کی عظمت پر مشتمل اپنا منظوم کلام شائع شدہ یا غیر شائع شدہ بھجوا کر ممنون فرمائیں۔نظارت تمام احمدی شعراء اور شاعرات کا کلام کتابی شکل میں شائع کرنا چاہتی ہے۔ایسے شعراء جو وفات پا چکے ہیں ان کے لواحقین سے درخواست ہے کہ وہ اپنے بزرگوں کا کلام ہم تک پہنچا کر عنداللہ ماجور ہوں۔

(ایڈیشنل ناظر اصلاح وارشاد۔
تعلیم القرآن وقف عارضی ربوہ۔پاکستان)

❁❁❁❁❁

خصوصی درخواست دعا

احباب جماعت سے پاکستان میں جملہ اسیران راہ مولا کی جلد از جلد باعزت رہائی نیز مختلف مقدمات میں ملوث افراد جماعت کی باعزت بریت کے لئے دردمندانہ درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ان بھائیوں کو اپنی حفظ وامان میں رکھے اور ہر شر سے بچائے۔اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ۔

اعلیٰ معیار کی ضامن
چناب سویٹس
ہمارے ہاں ہر قسم کی مٹھائیاں، سموسے، پکوڑے آرڈر پر بھی تیار کئے جاتے ہیں۔
بلجیم، ہالینڈ کے لئے بڑے آرڈر پر سپلائی کا انتظام بھی موجود ہے
Chanab Sweets
Bieberer Str. 165-63179 Obertshausen
Germany
Tel: 06104 800612 Fax: 06104 409347
Mobile: 0162 8909960

خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ
خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز
شریف جیولرز۔ربوہ
☆ ریلوے روڈ: 0092 4524 214750
☆ اقصیٰ روڈ: 0092 4524 212515
SHARIF JEWELLERS
RABWAH - PAKISTAN

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم و دلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔ خط و کتابت کیلئے ہمارا پتہ حسب ذیل ہے۔ براہ کرم خطوط میں اپنے مکمل پتہ کے علاوہ فون نمبر بھی ضرور تحریر فرمائیں:

AL-FAZL DIGEST, 22 DEER PARK ROAD,
LONDON SW19 3TL U.K.

"الفضل ڈائجسٹ" کی ویب سائٹ کا پتہ یہ ہے:-

http://www.alislam.org/alfazal/d/

بعض اصحاب اور بزرگان کی یادیں

مکرم ملک منور احمد عارف صاحب جہلمی اُسی دن ربوہ آگئے تھے جب ۲۰؍ستمبر ۱۹۴۸ء کو حضرت مصلح موعودؓ نے اس کی بنیاد رکھی تھی اور پہلی نماز ظہر پڑھائی تھی۔ آپ لکھتے ہیں کہ خاکسار نے ۱۹۵۴ء میں میٹرک کر لیا تھا اور پھر ۱۹۵۴ء سے ۱۹۹۵ء تک ۴۱؍سال نظارت بیت المال آمد میں کام کرنے کا موقع مل گیا۔ روزنامہ "الفضل" ربوہ ۱۵؍اپریل ۲۰۰۴ء میں آپ نے بعض بزرگان سلسلہ سے متعلق اپنی یادیں رقم کی ہیں۔

خاکسار اکثر غیر احمدی افراد کو حضرت حافظ مختار احمد صاحب شاہجہانپوریؓ کے پاس لے جایا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک شیعہ دوست کو ساتھ لے گیا اور حضرت حافظ صاحبؓ کو بتایا کہ یہ صاحب شیعہ فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ جب دوبارہ حاضر خدمت ہوا تو آپؓ نے فرمایا کہ میاں ہمیں بتانے کی ضرورت نہیں ہوتی کہ یہ صاحب فلاں فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہم باتوں باتوں میں خود بھانپ لیتے ہیں کہ اس کا مسلک کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے حضرت حافظ صاحبؓ کو بلا کا حافظہ عطا فرمایا تھا۔ کتب حضرت مسیح موعودؑ کے صفحات آپؓ کو ازبر تھے۔

ایک روز حضرت مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری کی خدمت میں حاضر ہو کر حصول کوارٹر کے لئے دعا کی درخواست کی تو آپؓ نے دعا کرنے کے بعد فرمایا جب کوارٹر والی آئے گی تو کوارٹر بھی مل جائے گا۔ چنانچہ تھوڑے عرصہ بعد میری شادی ہوگئی اور جلد ہی کوارٹر بھی مل گیا۔

خاکسار کی اہلیہ اوّل سخت بیمار ہوگئی تو دعا کی غرض سے حضرت مولوی غلام رسول صاحبؓ راجیکی کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؓ نے دعا کرنے کے بعد فرمایا کہ مجھے روشنی نظر نہیں آئی چنانچہ تھوڑے عرصہ کے بعد وہ وفات پاگئیں۔ میری مرحومہ اہلیہ بہت نیک وصالحہ اور دعاگو خاتون تھیں، بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت مولوی محمد حسین صاحبؓ (سبز پگڑی والے) نے مجھے بتایا کہ مقدمہ مارٹن کلارک کے دوران مولوی محمد حسین بٹالوی کے نیچے سے جس شخص نے کپڑا کھینچ لیا تھا وہ میرے والد صاحب تھے جو پہلے مولوی محمد حسین بٹالوی کے بہت معتقد تھے مگر جب انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کو دیکھا کہ آپ اتنی بزرگ ہستی ہیں اور مولوی محمد حسین ان پر جھوٹی گواہی دینے آیا ہے تو پھر سخت متنفر ہوگئے اور حضورؑ سے بیعت کرلی۔

حضرت ڈاکٹر ظفر حسن صاحبؓ ایک بار ہمارے غریب خانہ پر بھی تشریف لے گئے۔ مجھے پتلا دبلا دیکھ کر فرمایا کہ اس بچے کوٹی بی معلوم ہوتی ہے۔ آپ نے اس زمانہ کی معروف دوائی واٹر بری کمپاؤنڈ تجویز فرمائی اور میری والدہ صاحبہ کو چالیس نوافل ادا کرنے کی تاکید فرمائی۔ اس بزرگ ہستی کی دعا اور مجوزہ دوا سے میں بالکل صحت یاب ہوگیا۔

محترم میاں عبدالحق رامہ صاحب سنایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ جب وہ بچپن میں اپنے والد صاحب کے ہمراہ قادیان گئے تو مسجد مبارک کے لوٹوں اور ٹونٹیوں کو چھیڑنے لگے۔ آپ کے والد صاحب نے ڈانٹا تو رونے لگ گئے۔ وہاں موجود بزرگوں نے کہا کہ بیٹا چپ کر جاؤ، حضورؑ تشریف لانے والے ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ اس وقت تو چپ کر جاتا ہوں مگر جب حضرت صاحب آئیں گے تو میں پھر رونا شروع کر دوں گا۔ لوگوں نے سمجھا کہ بچہ ہے، وقتی طور پر چپ ہو جائے تو بعد میں بھول جائے گا۔ لیکن جب حضورؑ تشریف لائے تو آپ نے پھر سے رونا شروع کردیا۔ اس پر حضورؑ نے معاملہ دریافت فرمایا اور فرمایا کہ بچوں کو ڈانٹا نہیں چاہئے۔ یہ بھی شرک میں داخل ہے۔ کوئی اپنے زور بازو سے بچوں کی اصلاح نہیں کر سکتا۔ ان کے لئے دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ان کو نیک وصالح بنائے۔

مکرم پروفیسر عبدالرشید غنی صاحب

مکرم پروفیسر عبدالرشید غنی صاحب سابق ایڈیشنل وکیل المال اوّل تحریک جدید ربوہ ۲۹؍مارچ ۲۰۰۴ء کو ربوہ میں ۷۰ سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ آپ ۱۶؍ستمبر ۱۹۳۴ء کو انبالہ میں محترم بابو عبدالغنی صاحب کے ہاں پیدا ہوئے جنہیں ۱۹۰۹ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے دست مبارک پر بیعت کا شرف حاصل ہوا تھا۔ وہ بعدازاں انبالہ کے امیر جماعت بھی رہے۔

آپ ۱۹۵۶ء میں B.Sc. کرکے تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں ڈیمانسٹریٹر کے طور پر کام کرتے رہے۔ ۱۹۶۱ء میں M.Sc. (Math) کرنے کے بعد ربوہ میں ہی لیکچرار تعینات ہوئے اور ۱۹۹۴ء میں اسی کالج سے وائس پرنسپل کے طور پر ریٹائرڈ ہوئے۔ ۱۹۹۴ء میں ہی ایڈیشنل وکیل المال اوّل کے طور پر تقرر ہوا اور ۱۵؍جنوری ۲۰۰۳ء تک اس عہدہ پر خدمات سرانجام دیں۔ مجلس خدام الاحمدیہ کی مرکزی عاملہ میں لمبا عرصہ اور پھر مجلس انصاراللہ پاکستان میں ۲۰۰۳ء تک قائد مال رہے۔ قاضی سلسلہ، ممبر قضاء بورڈ، ممبر مجلس افتاء، ممبر تدوین فقہ کمیٹی اور جلسہ سالانہ ربوہ کے موقع پر بھی خدمت کی توفیق پائی۔ آپ کی ایک کتاب "اسلام کا وراثتی نظام" معروف ہے جو لاء کالجز میں پڑھائی جاتی رہی اور جامعہ احمدیہ کے نصاب میں بھی شامل رہی۔ نیز متعدد مضامین بھی شائع ہوتے رہے۔ ۱۹۸۹ء میں بطور نمائندہ انصاراللہ مرکزیہ، جلسہ سالانہ برطانیہ میں شرکت کی توفیق ملی۔

آپ نے دو بیٹے اور چھ بیٹیاں یادگار چھوڑے ہیں۔

بیلارس (Belarus)

ماہنامہ "انصاراللہ" ربوہ نومبر ۲۰۰۳ء میں مکرم محمود احمد اشرف صاحب کے قلم سے مشرقی یورپ کی ریاست بیلارس کے بارہ میں ایک معلوماتی مضمون شامل اشاعت ہے۔

۱۹۲۲ء سے ۱۹۹۱ء تک بیلارس سویت یونین کا حصہ تھا۔ اس کا ایک تہائی رقبہ ۱۹۲۰ء سے ۱۹۳۹ء تک پولینڈ کا حصہ رہا ہے۔ سویت یونین کے آخری سالوں میں بیلارس قدامت پرست کمیونزم کا گڑھ تھا۔ یوکرین کے رہنے والوں کے برعکس بیلارس کے باشندوں میں کبھی بھی اپنی الگ قومیت کا کوئی گہرا احساس نہیں پایا جاتا تھا۔ اس لحاظ سے یہ وہ ملک ہے جو گویا اپنی مرضی کے خلاف آزادی کی نعمت سے ہمکنار ہوا ہے۔ یہ رقبہ کے لحاظ سے سابقہ سویت یونین کی چھٹی بڑی ریاست تھی۔ اس کے مغرب میں پولینڈ، جنوب میں لٹویا، شمال مغرب میں لیتھوینیا اور شمال اور مشرق میں روس واقع ہے۔ عمومی طور پر اس کی زمین ہموار ہے۔ کل رقبہ ۲۰۷۵۹۵؍مربع کلو میٹر ہے۔

بیلارس کو ندی، نالوں اور جھیلوں کا ملک بھی کہا جا سکتا ہے۔ یہاں دس ہزار سے زائد جھیلیں پائی جاتی ہیں۔ ملک کا قریباً ایک تہائی حصہ جنگلات پر مشتمل ہے۔ پولینڈ کے ساتھ اس کی سرحد پر ایک بہت بڑا منفرد جنگل پایا جاتا ہے جو جنگلی حیات کا ایسا قدرتی ذخیرہ ہے جس کو انسان کے ہاتھوں بہت کم نقصان پہنچا ہے۔ پرندوں اور جانوروں کی درجنوں اقسام یہاں پائی جاتی ہیں جن میں سے بعض نایاب ہیں۔

ملک کے قریباً اسی فیصد لوگ بیلارسی ہیں۔ جس کے معنے ہیں سفید روسی لوگ (White Russians)۔ یہ نام غالبًا ان کے روایتی سفید لباس کی مناسبت سے رکھا گیا ہے۔ اقلیتوں میں روسی، پولش اور یوکرینین شامل ہیں۔ سب سے بڑا مذہب روسی آرتھوڈاکس ہے۔ لیکن ایک ملین سے زیادہ رومن کیتھولکس بھی ہیں۔ ۲۰۰۰ء میں اس کی کُل آبادی قریباً ۹۹ لاکھ ۸۹ ہزار تھی۔

بیلارس کا دارالحکومت Minsk دوسری جنگ عظیم کے دوران مکمل طور پر تباہ کردیا گیا تھا۔ پھر اسے ازسرنو تعمیر کیا گیا اور اب یہ ایک مصروف صنعتی شہر ہے جہاں قریباً سترہ لاکھ لوگ رہتے ہیں۔ دوسری جنگ عظیم میں روسی ریاستوں میں سے سب سے زیادہ تباہی بیلارس میں ہی ہوئی تھی۔ بعد میں کئی دیگر شہر بھی ازسرنو تعمیر کئے گئے جو صنعتی مراکز بن گئے۔ اب یہاں بھاری مشینری تیار کی جاتی ہے۔ زراعت بھی اقتصادیات کا اہم حصہ ہے۔ مختلف قسم کا اناج، آلو، چقندر اور Flax (ایک پودا جس کے تنے سے دھاگہ بنتا ہے جس سے Linen کپڑا بنایا جاتا ہے) اہم پیداوار ہیں۔ پوٹاش کا بہت بڑا معدنی ذخیرہ موجود ہے جو کھاد بنانے کے کام آتا ہے۔

یوکرین کے شہر چرنوبل میں ہونے والے نیوکلئیر دھماکہ کے نتیجہ میں بیلارس کے ایک بڑے حصہ میں زمین کو نقصان پہنچا تھا اور صحت عامہ کے مسائل بھی پیدا ہوئے۔

اٹھارویں صدی کے آخر میں بیلارس، روس کا حصہ بن گیا۔ جنگ عظیم اول میں یہ پہلے روس اور جرمنی کی افواج کا میدان جنگ بنا، پھر روس اور پولینڈ کی افواج اس سرزمین پر باہم دست وگریبان ہوئیں۔ جنوری ۱۹۱۹ء میں اسے سوویت سوشلسٹ ریاست قرار دیا گیا۔ مگر پولینڈ کے ساتھ جنگ میں اس کا ایک تہائی حصہ جاتا رہا۔ مارچ ۱۹۲۱ء میں بیلارس کو "ریگا" معاہدہ کے مطابق روس اور پولینڈ کے مابین تقسیم کردیا گیا۔ جب پولینڈ پر جرمنوں نے ۱۹۳۹ء میں حملہ کیا اور جنگ عظیم دوم کا آغاز ہوا تو سویت افواج بھی پولینڈ میں داخل ہوگئیں اور انہوں نے وہ علاقہ پھر قبضہ میں کر لیا جو ۱۹۲۱ء میں ان کے ہاتھ سے جاتا رہا تھا۔ جرمنوں نے روس پر حملہ کیا تو بیلارس پر خوب یلغار ہوئی اور آبادی کا ایک چوتھائی حصہ جنگ میں مارا گیا۔

آزادی کے بعد بیلارس کے رہنما کمیونزم کے پرانے تصورات کے ساتھ ہی چمٹے رہے لیکن ۱۹۹۴ء کے انتخابات میں ہٹلر کا ایک مداح کامیاب ہوگیا اور اسی سال ملک کا نیا آئین بھی تیار کیا گیا۔ مگر اس کی مخالفت نے پھر زور پکڑا اور نتیجتًا ۱۹۹۶ء میں حکومت نے روس کے ساتھ زیادہ قریبی تعلقات کا ایک معاہدہ کیا۔

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۷؍فروری ۲۰۰۴ء میں شامل اشاعت مکرم رشید قیصرانی صاحب کی ایک نظم سے انتخاب ملاحظہ فرمائیں:

رنگوں میں ہے رنگت تیری حرف کے چہرے تیرے ہیں
سارے علم اور ساری گنتی، سارے ہندسے تیرے ہیں
مَیں نے اپنی روح پہ جو بھی نقش ابھارے تیرے ہیں
سادہ سا مَیں ایک ورق ہوں، لفظ تو سارے تیرے ہیں
آج تک جو بیتا جیون، یار وہ جیون تیرا تھا
سچ پوچھے تو نام تھا میرا ورنہ تن من تیرا تھا

Al Fazl International Weekly,

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@alislam.org

Vol. 11 Friday September 17 , 2004 Issue No. 38

سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کے دورۂ یورپ کی بعض جھلکیاں

مسجد کی خوبصورتی اور حسن اس وقت تک قائم رہے گا جب تک آپ اس کو آباد رکھیں گے اور محنت، وفا، خلوص اور عاجزی سے اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری بھی کرتے رہیں گے۔ مسجد امن کا نشان ہے۔ آپ کا فرض ہے کہ آپس میں بھی بہت محبت پیار اور اخوت سے رہیں اور اپنے معاشرہ میں بھی امن پھیلانے والے ہوں

چلڈرن کلاس۔ تقریب آمین، فیملی ملاقاتیں۔ جرمنی، بلغاریہ اور Kosovo کے مبلغین کے ساتھ میٹنگ۔

(Goddelau (جرمنی) میں مسجد بیت العزیز کے افتتاح کے موقع پر حضور انور ایدہ اللہ کا خطاب)

(ہمبرگ، Riedstadt اور فرنکفرٹ میں حضور انور کی مصروفیات کی مختصر رپورٹ)

(رپورٹ: عبدالماجد طاہر۔ ایڈیشنل وکیل التبشیر۔ لندن)

26 / اگست بروز جمعرات:

صبح سوا پانچ بجے حضور انور نے ''بیت الرشید'' ہمبرگ میں نماز فجر پڑھائی۔ 11 بجے حضور انور دفتر تشریف لائے اور فیملی ملاقاتیں شروع ہوئیں جو دوپہر 1:30 بجے تک جاری رہیں۔ ہمبرگ کی مختلف جماعتوں کی 41 فیملیز کے 180 افراد نے حضور انور سے شرف ملاقات حاصل کیا۔ ملاقات کرنے والوں میں امریکہ اور بھارت سے تعلق رکھنے والی فیملیز بھی تھیں۔ دو بجے حضور انور نے ظہر وعصر کی نمازیں بیت الرشید میں جمع کر کے پڑھائیں۔۔ شام پونے نو بجے حضور انور نے بیت الرشید میں مغرب وعشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں۔ اس سے قبل حضور انور مختلف دفتری امور کی انجام دہی میں مصروف رہے اور ڈاک بھی ملاحظہ فرمائی۔

27 / اگست بروز جمعۃ المبارک:

صبح سوا پانچ بجے حضور انور نے ''بیت الرشید'' ہمبرگ میں نماز فجر پڑھائی۔ دو بجے حضور انور نے بیت الرشید ہمبرگ میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ یہ خطبہ ایم ٹی اے پر براہ راست نشر ہونا تھا لیکن کسی فنی خرابی کی وجہ سے Live نشر نہ ہوسکا۔

حضور انور نے تشہد تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد آیت کریمہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم الخ کی تلاوت کی اور فرمایا کہ کسی بھی نظام یا جماعت کی ترقی کا انحصار اطاعت پر ہوتا ہے۔ اطاعت کے فقدان کے نتیجہ میں قومیں تنزل کا شکار ہو جاتی ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ کسی جماعت کے افراد میں جس قدر جذبہ اطاعت ہوگا اسی نسبت سے وہ جماعت اور نظام مضبوط اور مستحکم ہوگا۔

حضور انور نے اس ضمن میں تفصیل سے بیان فرمایا کہ اطاعت کے کیا کیا تقاضے ہیں اور شیطان کس کس راہ سے انسان کو ورغلا کر اطاعت کی راہوں سے ہٹاتا رہتا ہے۔ حضور انور نے فرمایا کہ بعض اوقات افراد جماعت کے باہمی جھگڑوں کا جماعتی نظام کے ذریعہ فیصلہ ہوتا ہے تو جس شخص کی مرضی کے مطابق فیصلہ نہ ہو وہ اسے قبول نہیں کرتا۔ یہ بالکل غلط ہے۔ اگر فیصلہ غلط بھی ہو تو بھی اسے صبر اور وفا کے ساتھ قبول کرنا چاہئے اور کامل اطاعت کا نمونہ دکھانا چاہئے۔

خطبہ کے آخر پر حضور انور نے سو مساجد کی تعمیر کے منصوبہ، ہومیوپیتھی اور ہیومینٹی فرسٹ کے حوالے سے عہدیداروں اور اعتراض کرنے والوں کو تنبیہ فرمائی کہ وہ نظام جماعت کا احترام کریں۔ اور امیر جماعت کی ہدایات کے مطابق کامل اطاعت کے جذبہ سے خدمت کریں اور نظام سے ہٹ کر یا نظام سے ٹکر لے کر جو خدمت ہے اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ پس نظام جماعت کے تابع رہ کر خدمت کریں۔

خطبہ جمعہ کے بعد تین بجے حضور انور نے نماز جمعہ اور نماز عصر جمع کر کے پڑھائیں۔ نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور اپنی رہائشگاہ تشریف لے گئے۔ نماز جمعہ میں ہمبرگ اور اردگرد کی جماعتوں سے دو ہزار سات صد سے زائد احباب شامل ہوئے۔

Scnnelsen Hamburg کے دو پولیس آفیسرز، پولیس کمشنر Mr. Siebensohn اور پولیس آفیسر Mr. Schiermacher نے حضور سے ملاقات کی۔

اس کے بعد فیملی ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہوا جو شام سوا سات بجے تک جاری رہا۔ ہمبرگ جماعت اور اردگرد کے ریجنز کی جماعتوں کی 35 فیملیز کے 166 افراد نے حضور انور سے ملاقات کی سعادت حاصل کی۔

شام ساڑھے سات بجے حضور انور ایدہ اللہ کے ساتھ ''چلڈرن کلاس'' کا پروگرام شروع ہوا جس میں 75 اطفال اور 76 ناصرات نے شرکت کی۔ تلاوت قرآن کریم اور اس کے ترجمہ سے اس پروگرام کا آغاز ہوا جو عزیزم آفاق احمد بیگ نے کی۔ اس کے بعد عزیزہ رجاء احمد طور نے آنحضرت ﷺ کی حدیث پیش کی اور اس کا ترجمہ پڑھ کر سنایا۔ حضور انور نے اس حدیث کے تعلق میں بچوں سے مختلف سوالات پوچھے جن کے بچوں نے جوابات دئے۔

اس کے بعد ناصرات کے ایک گروپ نے کورس کی شکل میں نظم ''بدرگاہ ذی شان خیر الانام'' ترنم کے ساتھ پڑھی۔ اس نظم پر بھی حضور انور نے بچوں سے بعض سوالات پوچھے۔ اس کے بعد ایک طفل عزیزم ولید احمد ملک نے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی سیرت پر تقریر کی۔ حضور نے اس تقریر کے بعد حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی سیرت پر بچوں سے مختلف سوالات دریافت فرمائے۔ بچوں اور بچیوں نے ان سوالات کے جوابات دئے۔ بعد ازاں عزیزم مظہر احمد نے نظم '' نہ وہ تم بدلے نہ ہم طور تمہارے ہیں وہی'' خوش الحانی سے پڑھی۔ پروگرام کے آخر پر اطفال اور ناصرات کے مابین ''بیت بازی'' کا مقابلہ ہوا۔ جس کے بعد حضور انور نے اس کلاس میں حصہ لینے والے تمام بچوں میں تحائف تقسیم فرمائے۔ ساڑھے آٹھ بجے تک یہ کلاس جاری رہی۔

کلاس کے بعد آمین کی ایک تقریب ہوئی جس میں 15 بچوں اور 6 بچیوں نے شرکت کی۔ دو گروپ بچوں کے تھے اور ایک گروپ بچیوں کا تھا۔ حضور انور نے باری باری تینوں گروپس سے قرآن کریم کی آخری سورۃ ''سورۃ الناس'' سنی اور آخر پر دعا کروائی۔ دعا کے بعد حضور انور نے ازراہ شفقت بچوں کو اپنے دستخطوں سے قرآن کریم کے نسخے عطا فرمائے۔ 9 بجے حضور انور نے بیت الرشید ہمبرگ میں نماز مغرب وعشاء جمع کر کے پڑھائیں۔

28/ اگست بروز ہفتہ:

صبح سوا پانچ بجے حضور انور نے ''بیت الرشید'' ہمبرگ میں نماز فجر پڑھائی۔ صبح حضور انور دفتر تشریف لائے اور مختلف دفتری امور کی انجام دہی میں مصروف رہے۔

10:15 پر فیملی ملاقاتوں کے لئے دفتر تشریف لائے۔ ملاقاتوں سے قبل حضور انور کے ساتھ ہمبرگ جماعت کے عہدیداران، ایم ٹی اے کی ٹیم، ضیافت کی ٹیم اور وقار عمل کرنے والے احباب و دیگر کارکنان نے تصاویر کھنچوائیں۔ اس کے بعد ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہوا جو دوپہر 1:30 بجے تک جاری رہا۔ Hamburg ریجن، Nieder Sachsen ریجن، Schleswig ریجن اور Mecklen Burg ریجن کی 58 فیملیز کے 293 افراد نے حضور انور سے شرف ملاقات حاصل کیا۔

پونے دو بجے حضور انور نے ظہر وعصر کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں۔ آج پروگرام کے مطابق ہیمبرگ (Hamburg) سے واپس فرینکفورٹ کے لئے روانگی تھی۔ ہمبرگ کی 14 جماعتوں اور اردگرد کے ریجن کی جماعتوں سے ایک بڑی تعداد اپنے پیارے آقا کو الوداع کہنے کے لئے جمع تھی جن میں مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے سبھی شامل تھے۔ سوا تین بجے حضور انور اپنی رہائشگاہ سے باہر تشریف لائے اور لجنہ کی ضیافت ٹیم کو ازراہ شفقت تصویر کھنچوانے کا شرف بخشا۔ اس کے بعد حضور انور نے ہاتھ ہلا کر احباب جماعت کو السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا اور

باقی صفحہ نمبر ۱۲ پر ملاحظہ فرمائیں

معاند احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد ملاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں

اَللّٰھُمَّ مَزِّ قْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَ سَحِّقْھُمْ تَسْحِیقاً

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کردے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑا دے۔